مسلسل اشاعت کے اکتالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

490
جمادی الاول ۱۴۲۷ھ
جون 2006ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجر کم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماهنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔۔ 41
شمارہ نمبر ۔۔۔۔ 09
جمادی الاولی ۔ ۱۴۲۷ھ
جون ۔۔ ۲۰۰۶ء

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: "حدود آرڈیننس" پر تنقید کس کے اشاروں پر؟..........راشد الحق سمیع حقانی ۲
سینٹ آف پاکستان میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا تاریخی خطاب..............ادارہ ۴
صلیبی دہشتگردی کے تعاقب میں (روس اور ہالینڈ کے اعلیٰ وفود سے مولانا مدظلہ کا مکالمہ)......ادارہ ۸
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی)..........مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۱۰
تہذیبوں کے مابین تصادم (حقیقت یا پروپیگنڈا)..........پروفیسر محمود الحسن عارف ۱۵
احتساب اعمال اور محاسبۂ نفس..........مولانا محمد انوار الحق صاحب ۲۳
اُم المومنین حضرت عائشہؓ کا داعیانہ مزاج ....جناب نصیر خان ۲۹
موجودہ دور میں ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا استعمال......(نکتہ نظر)...... مفتی جمیل احمد نذیری ۳۳
غائبانہ نماز جنازہ کا شرعی حکم .... (استفتاء) .... مفتی مختار اللہ حقانی ۴۳
حضرت مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا سفر ایران ....مولانا عرفان الحق حقانی ۵۲
دار العلوم کے شب و روز ....جناب شفیق الدین فاروقی ۵۹
تبصرہ کتب ....مدیر ۶۳

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان Ph:(0923)630340-630435 Fax (0923) 630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

کمپوزنگ:
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200 بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راشد الحق سمیع حقانی

''حدود آرڈیننس'' پر تنقید کس کے اشاروں پر؟

اسلامی نظریہ پر قائم مملکت خداداد پاکستان میں ان دنوں حدود اللہ کا مذاق بیدردی کے ساتھ اڑایا جا رہا ہے اور ان قوانین پر اس طرح بلاخوف وخطر تنقید کی جا رہی ہے جیسے یہ مسلمانوں کی ریاست نہ ہو بلکہ یہ یہود ونصاریٰ کی کوئی اسٹیٹ ہو۔ دراصل ''حدود آرڈیننس'' پر بلا جواز تنقید، نصاب تعلیم سے اسلامی افکار ونظریات واثرات کا صفایا کرانا اور دینی مدارس کی مخالفت سمیت تمام ایسی کوششیں جو ان دنوں اپنے عروج پر ہیں اور یہ کوششیں ایک خاص منصوبے کے تحت سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر ہو رہی ہیں اور اس لئے ہو رہی ہیں کہ ہمارے معاشرے پر ان عوامل اور ان قوانین کی وجہ سے کچھ نہ کچھ اثرات جو مرتب ہیں وہ بھی جڑ سے اکھڑے جائیں، تاکہ روشن خیالی کے وبال کے لئے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو سکیں اور پاکستانی معاشرہ بھی کچھ ہی عرصہ بعد سیکولرازم اور مغربی ثقافت کی اندھی کھائی میں جا گرے۔ جس طرح کہ عالم اسلام کے اکثر ممالک اور ان کے معاشرے عصر حاضر میں مغربی سیکولرازم کے حصار میں محصور ہو گئے ہیں۔ ایک پاکستان ہی ایسا ملک ہے جہاں پر اب تک اسلامی نظام اور اس کی تہذیب وتمدن سے محبت کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد اب بھی اس بات کی متمنی ہے کہ جس نظریہ کی بناء پر پاکستان کا حصول ہوا تھا اسی نظریہ کے مطابق وہ نظام زندگی اور اپنے معاشرے کو تشکیل دیں۔ لیکن گزشتہ ۵۷۔۵۸ برس سے اس اکثریت پر اقلیتی طبقے نے حکمرانی اور ناجائز اختیارات کے ذریعے اپنا تسلط قائم کیا ہوا ہے بلکہ ماضی کے تمام حکمرانوں نے یہی کوششیں کی ہیں کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اسلامائزیشن کا برائے نام عمل بھی روکا جائے ماسوائے ایک دو حکمرانوں کے جنہوں نے اسلامائزیشن کیلئے کچھ نہ کچھ قوانین بنائے اور انہیں آئینی تحفظ بھی فراہم کیا۔ لیکن موجودہ حکومت سے یہ قوانین بھی ہضم نہیں ہو رہے اسی لئے اس حکومت اور سیکولر طبقے کو ان کی مخالفت کا مروڑ گاہے گاہے اٹھتا ہے اور وہ ''ملا'' اور اس ''حدود آرڈیننس'' کی مخالفت کی آڑ میں اللہ اور رسولؐ اور دین اسلام کے طریقہ کار کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ یہ طبقہ اس کوشش میں ہے کہ روشن خیالی اور ماڈرن ازم جو کہ دین الٰہی جو اکبر بادشاہ کا نظام حکومت تھا اسی کے نفاذ کے متمنی ہیں۔ جو ایسا سیکولر نظام تھا جس کے سامنے مغربی معاشرہ بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس تمام گھناؤنی سازش میں جہاں حکمران سرفہرست ہیں وہیں کچھ نام نہاد این جی اوز اور ایک بڑا ذرائع ابلاغ کا ادارہ بھی شامل ہے۔ جس کے اخبارات اور TV چینل ان دنوں حدود اللہ پر بحث ومباحثے کی آڑ میں تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں اور اس بیباکی اور ڈھٹائی اور غیر محتاط انداز میں اللہ تعالیٰ کے حدود پر غیر سنجیدہ افراد کو بٹھا کر ایسی خلط ملط بحث کی جا رہی ہے کہ ہر لمحہ یہ خوف دامن گیر ہوا جا رہا ہے کہ کہیں اس گستاخ اور مادر پدر آزاد میڈیا کے باعث کہیں ہم پر آٹھ اکتوبر والا حادثہ دوبارہ نہ لوٹ آئے۔ ہم نے اس المناک

حادثہ سے بھی کوئی سبق نہیں سیکھا' وہی روشن خیالی کی اندھی شاہراہ ہے جس پر ہمارے حکمران اور اس کے ایجنٹ دوڑتے چلے جارہے ہیں ۔انہیں اندازہ نہیں کہ اس کا انجام ماسوائے ناکامی اور رسوائی کے کچھ بھی نہیں ۔

''حدود آرڈیننس'' بڑی کوششوں اور کئی دہائیوں کی جدوجہد کے بعد معرضِ وجود میں آیا ہے۔ اور اس کی ایک ایک شق اور ایک ایک سطر پر اکابرین امت نے اپنا خون پسینہ بہا کر اور سوچ وبچار کرکے اسے تیار کیا ہے۔ اس میں سقم اور نقصان اور کمی کی گنجائش تقریباً ناپید ہے۔ اگر کہیں سقم اور کمی ہے تو وہ انتظامیہ' پولیس اور عدلیہ کے اداروں کی وجہ سے ہے۔ یہ تین عوامل ایسے ہیں جن کے باعث پاکستان کے تمام قوانین بے معنی ہیں اور ان کے نفاذ اور ان پر عمل درآمد کے راستے میں یہی تینوں ادارے کارفرما ہیں۔ اب ان اداروں اور انکے طریقہ کار کی ناکامی کا ملبہ ''حدود آرڈیننس'' پر کیوں گرایا جارہا ہے؟ باقی ملکی قوانین کے بارے میں کیوں یہ طبقہ مہر بہ لب ہے؟ کیا ملک وملت کا سب سے بڑا مسئلہ ''حدود آرڈیننس'' کی ''اصلاح'' ہے؟ کیا ان دنوں ملک کا بڑا ایشو پرویز مشرف کی وردی کا نہیں؟ اس پر یہ ادارہ کیوں نہیں بولتا؟ وزیرستان اور بلوچستان کی دگرگوں حالت پر کیوں قوم کے سامنے صحیح تصویر پیش نہیں کی جارہی؟ فوجی آمریت کے خلاف رائے عامہ کو یہ ادارہ کیوں ہموار نہیں کررہا؟ مہنگائی اور غربت جیسے دہکتے مسائل پر آخر یہ ادارہ کیوں گنگ ہے؟ مغربی ثقافت کو پھیلانے والا یہ ادارہ دراصل ہمیشہ سے ہی مغرب اور فوجی آمروں کا حمایتی ہے اور اس بحث ومباحثے اور اشتہارات کیلئے بھی کروڑوں ڈالروں کی گرانٹ خصوصی طور پر اس ادارہ کو فراہم کی گئی ہے۔ ورنہ اس بے وقت راگنی کا مقصد تو بظاہر کچھ بھی نظر نہیں آرہا۔ یہاں ان علماء پر بھی ہمیں افسوس ہے جو بلا سوچ وسمجھ ان پروگراموں میں شریک ہوئے اور انہوں نے بھی ''حدود آرڈیننس'' کی مخالفت میں جاری پروپیگنڈے میں کچھ نہ کچھ رنگ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر بھرنے کی کوشش کی ہے۔ ان جیسے جہاں دیدہ علماء اور دانشوروں کے انٹرویوز اور پروگرامز دیکھ کر ہر دینی مزاج رکھنے والے شخص نے ان کا بُرا منایا ہے۔ ہمارے علماء کو بھی چاہیے کہ وہ ان جیسے سیکولر اداروں کے عزائم کو پڑھا کریں' بغیر سوچ وسمجھ ہر پروگرام کی زینت اور شمع محفل نہ بنیں۔ یہ بازی گر پوچھتے ایک ہیں اور بتلاتے کچھ ہیں۔ ع سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

یہاں دینی صحافت کو بھی خراج تحسین پیش کرنا بھی ضروری ہے کہ جنہوں نے اس سازش کو بھانپتے ہوئے فوری طور پر اس کے خلاف اپنے ردعمل کا اظہار کیا۔ باقی متحدہ مجلس عمل سے وابستہ ارکانِ پارلیمنٹ نے اس سلسلے میں کچھ اہم کردار ادا نہیں کیا جتنا کہ ان پر فرض تھا۔ ''حدود آرڈیننس'' انہی کے بزرگوں کی محنت کا نتیجہ تھا جواب داؤ پر ہے۔ ایم ایم اے والوں کی ساری تگ ودو بجٹ سیشن میں بھرپور شرکت کرنا اور دال مصالحہ کی مباحث تک محدود تھا۔ اسی لئے تو حکمرانوں اور اس طبقے کو ''حدود آرڈیننس'' پر تنقید کا موقع مل رہا ہے کہ ''پاسبان امت'' ٹی اے ڈی اے بنانے' مغربی جمہوریت کی بحالی اور ڈبل روٹی کے نرخوں میں دلچسپی لے رہے ہیں۔

ع یہ ناداں گر گئے سجدہ میں جب وقت قیام آیا

ادارہ

سینٹ آف پاکستان میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا ملک وملت کو درپیش اہم مسائل پر تاریخی خطاب

سینٹ میں بجٹ پر بحث کے دوران سینٹر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اپنے خطاب میں بعض بنیادی مسئلے اٹھائے۔ جس کو من وعن پیش کیا جارہا ہے۔..........(ادارہ)

سینٹر مولانا سمیع الحق: اعوذ باللہ من الشطین الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب چیئرمین! میں شکرگزار ہوں کہ مجھے موقع دیا' میں زیادہ وقت نہیں لوں گا' کیونکہ بجٹ کے تمام اقتصادی اور معاشی پہلوؤں پر اچھے انداز میں دونوں طرف سے بات کرلی گئی ہے اور یہ موضوع بھی انہی افراد کا ہے۔ بنیادی طور پر یہ بات بالکل حقیقت ہے کہ عوام کی معاشی حالت' اقتصادی حالت' عوام کی مشکلات' مہنگائی' بے روزگاری انتہا پر پہنچ چکی ہے۔ ہم لوگ جو دیہات میں رہتے ہیں وہاں آس پاس جو صورتحال ہوتی ہے۔ صبح سے شام تک جس طرح بعض مصیبت زدگان دروازوں پر آ کر روتے پیٹتے ہیں تو یہ صورتحال نا قابل برداشت ہوتی ہے۔ اور عوام کی زندگی اجیرن ہوگئی ہے۔ بجٹ کی یہ بڑی بڑی اقتصادی کتابیں بے مقصد ہیں اس گورکھ دھندے کو لوگ نہیں سمجھتے اور میں کبھی انہیں اٹھا کر نہیں لے جاتا ہوں۔ قرآن میں ہے کمثل الحمار یحمل اسفاراً والی صورتحال ہے۔ اس سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ حقائق کی دنیا میں ہمیں جانا چاہیے۔ بنیادی طور پر اقتصادی' معاشی اور ہر قسم کی ترقی اس پر موقوف ہے کہ ہماری پالیسیاں آزاد ہوں۔ اگر کسی ملک کی پالیسیاں آزاد ہیں تو وہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔ لیکن ہماری پالیسیاں تو درحقیقت ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف اور مغربی ممالک کے ساتھ گروی ہیں۔ اور ان کو بیچ دی گئی ہیں۔ یا ان کے شکنجے میں ہیں۔ جو ہمارے ملک کے آلو اور پیاز کا ریٹ بھی متعین کرتے ہیں۔ تو ہم کیسے اس ملک میں خوشحالی اور کوئی تبدیلی لاسکتے ہیں؟ بہرحال آج کے بجٹ کی تقریر میں ہمیں یہ ایک اچھا موقع ملتا ہے کہ ہر قسم کے امور اور قوم کے متعلق مسائل پر بحث کی جاسکتی ہے۔ اور لوگوں کو انتظار ہوتا ہے کہ بجٹ کے موقع پر وہ بات بھی ہوجاتی ہے جو عام طور پر نہیں ہوسکتی۔ تو میں اتنی گزارش کروں گا کہ ہمیں اس بجٹ کا جائزہ لینا چاہیے کہ ملک کی اساس کیا تھی اور یہ کیوں بنا تھا؟ کس مقصد کیلئے بنا تھا؟ اور ملک کی سالمیت اور ساورنٹی آزادی اور خودمختاری آج کس جگہ پر پہنچ چکی ہے؟

دونوں پہلوؤں سے ہمیں انتہائی مایوسی ہے۔ ہمارے ملک کی سالمیت اور خودمختاری مکمل طور پر غیروں کے

رحم و کرم پر ہے۔ہم حقیقتاً غلام ہو چکے ہیں۔ڈیڑھ سو برس کے بعد جو آزادی ہمیں ملی تھی جو ایک سامراج سے ہم نے حاصل کی مگر آج ایک اور بہت بڑے سامراج کو ہم نے اپنے ملک کے اوپر مسلط کیا ہے۔اپنے ملک کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے ہیں۔وہ جن مذموم مقاصد کے لئے ''دہشت گردی'' کے نام سے جنگ لڑ رہا ہے' ہم اس جنگ کو اپنے ملک میں لے آئے ہیں۔ہم نے سارے مغربی سرحدات ان کے حوالے کر دیئے ہیں۔ہم نے بھارت کو وہاں پر بٹھا دیا ہے۔بھارت' امریکہ اور اس کے اتحادی مل کر پاکستان کے اندر انتشار پیدا کر رہے ہیں اور سازشیں کر رہے ہیں۔جو کچھ ہمارے سامنے ہے وہ وزیرستان کی شکل میں موجود ہے۔بلوچستان کی صورت میں موجود ہے۔

آج بھی میران شاہ میں صبح صبح حکومت نے ۲۰' ۲۵ بے گناہ افراد قتل کئے ہیں۔جب صدر بُش یا کوئی اعلیٰ امریکی عہدیدار یہاں آتا ہے تو ہم ۳۰' ۴۰ افراد کو قتل کر کے اس کو پیش کر دیتے ہیں۔جب بُش آ رہا تھا تو ہم نے ۴۰ بے گناہ افراد کو اس کیلئے بھی قتل کیا اور ٹرے میں سجا کر مہمان نوازی کی۔بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔وہ پالیسیاں جو ہماری نہیں ہیں' باہر بیٹھے ہوئے لوگوں نے بلوچستان کو خطرے میں ڈالا ہوا ہے۔بھارت' امریکہ اور کرزئی جو چاہ رہے ہیں وہاں کر رہے ہیں۔ہم دوسروں کی جنگ کو اپنے گھر میں لے آئے ہیں۔ہم نے سب کچھ ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیا ہے۔ہم سرنڈر ہو گئے ہیں۔ہم نے یوٹرن لے لیا اور تقریباً ۶۰۰ افراد کو پکڑ کر ان کے حوالے کر دیا جو گوانتاناموبے اور ابوغریب میں قید ہیں۔اور اذیتوں سے گزر رہے ہیں۔مگر انہوں نے ہمیں کیا صلہ دیا؟ انہوں نے ہمیں صلہ یہ دیا کہ بھارت کو ایٹمی انرجی کے لئے کھلی آزادی دے دی۔لیکن ہمیں کہا گیا کہ آپ دہشت گردی کا پورا قلع قمع نہیں کر رہے ہیں۔ہم پر امریکہ اور افغانستان کی طرف سے الزام لگایا جا رہا ہے کہ ہم دہشت گردی کو ختم نہیں کر سکے ہیں' بلکہ دہشت گردوں کو یہاں بھیجتے ہیں۔گویا شر پسندوں کو پاکستان بھیج رہا ہے جبکہ یہ سراسر حقیقت کے خلاف ہے۔اس نام نہاد دہشت گردی کیلئے ہم نے اپنے ملک کی ساری خودمختاری ختم کر دی ہے۔یہاں تک کہ ان کے دباؤ پر ہم نے اپنے دینی اقدار اور اخلاقی قدروں کو بھی قلع قمع کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔......آپ کے سامنے ہے جو یہاں پر بیرونی دباؤ پر اسلام اور اسلامائزیشن کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے' یہاں تک کہ سکولوں میں بچوں کے نصاب سے اسلامیات کو نکالا جا رہا ہے۔اب لازماً بات عبادات تک پہنچے گی۔اتنی جرأت بجائے اس کے کہ ہم کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نظام تعلیم کی اصلاح کرتے' دین اور دنیا دونوں جمع کر لیتے۔لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں پر الف ب ت پڑھنے والے بچوں کو بھی اسلام سے دور رکھا جا رہا ہے کہ اس سے اختلاف پھیلے گا اور اس سے انتشار پھیلے گا۔اور وہ کہیں پکے مسلمان نہ بن جائیں۔ہمارے وفاقی وزیر تعلیم ایک بے لگام گھوڑے کی طرح دندناتا پھر رہا ہے اور روزانہ جو کچھ اس کے منہ میں آتا ہے وہ بکتا رہتا ہے۔کل اس نے کہا ہے کہ ہماری ثقافت ہندوؤں والی ہے اور محمد ﷺ اور محمد بن قاسم کی ثقافت نہیں ہے۔علی الاعلان وہ جو چاہتا ہے بول دیتا ہے۔اس کو اپنی نوکری پکی کرنے کے لئے مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کرنے کا شوق ہے۔مدارس کے پیچھے کیا طوفان کھڑا کیا گیا ہے؟ ہر وہ معصوم شخص امن پسند' دیندار' صوفی یا امت مسلمہ کا ہر وہ فرد جو عزت النفس کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہے اور خودداری کے ساتھ غلامی کو مسترد کرتا ہے آج اس کا جوڑ القاعدہ اور طالبان کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے۔تمام دینی مدارس پر پابندی لگائی گئی ہے کہ باہر ملکوں کے طلباء یہاں اسلام سیکھنے کیلئے نہ آئیں۔ہم نے طلباء کو نکال دیا اور ان پر پابندی لگائی

کہ امریکہ خوش ہوجائے۔ حالانکہ دنیا کے تمام تعلیمی ادارے ہر قوم کے لئے کھلے رہتے ہیں۔خود امریکہ اور یورپی ممالک بھی تمام دنیا کو تعلیم سیکھنے سے نہیں روکتے لیکن ہم نے امریکہ کو خوش کرنے کیلئے ان ہزاروں طلباء پر دروازہ بند کردیا۔ جو پاکستان کے سفیر بنتے تھے۔ بھارت نے اعلان کیا کہ ان کا ویزا ہمارے ہوائی اڈوں پر لگایا جائے گا۔ ہم اپنے ایک مظلوم ناموس رسالت پر شہید ہونے والے شخص عامر چیمہ ؒ کا استقبال نہیں کرسکے۔ جس نے ملت مسلمہ کا نام اونچا کردیا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے حقدار بن جاتے' ہم نے اس کی لاش کیساتھ کیا کچھ کیا' کہ اس سے امریکہ ناخوش نہ ہوجائے۔ مجھے بڑا دکھ ہے کہ کل ہمارے سپیکر قومی اسمبلی نے ابومصعب الزرقاویؒ کیلئے دعائے مغفرت کی اجازت نہیں دی جو شخص ساری ملت مسلمہ کی آبرو تھا' جو عراق میں آزادی کی جنگ لڑرہا تھا' مزاحمت کی علامت تھا یہ پوری مسلم امۃ کا خسارہ ہے' نقصان ہے۔ ہمارے سپیکر کہتے ہیں کہ ہم یہاں دعا نہیں کراسکتے۔ اس پر عرش بھی لرز اٹھا ہوگا۔ یہاں میراثیوں' بھانڈوں' ایکٹروں' ایکٹرسوں کیلئے دعائیں ہوئی ہیں۔ آپ مجھے موقعہ دے دیں کہ میں آپ پارلیمنٹ کے مباحث سے آپ کو وہ لسٹیں پیش کروں کہ کیسے کیسے لوگوں کیلئے جس کا تعلق اسلام سے نہیں ہے' ملک سے نہیں ہے' ان کیلئے دعا ہوتی ہے۔ لیکن کل اسپیکر نے کہا کہ اس کیلئے دعا مغفرت نہیں کی جاسکتی کیونکہ روزانہ ہزاروں لوگ شہید ہوتے رہتے ہیں تو کیا ہم سارے شہداء کیلئے دعا کریں گے؟ ہاں ہمیں ہزاروں شہداء کیلئے روز دعا کرنی چاہیے۔ شہید تو ملت کی آبرو ہوتا ہے' اگر اسامہ نہ ہوتا' اگر ملا عمر نہ ہوتا' اگر ابومصعب الزرقاویؒ نہ ہوتا' یہ خالد ابن ولیدؓ ' یہ صلاح الدینؒ کے وارث نہ ہوتے تو آج مغربی سامراج سارے عالم اسلام کو کھا چکا ہوتا' مٹا چکا ہوتا۔ یہاں آج روس دندناتا پھرتا' آج سوویت یونین موجود ہوتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ بیرونی غلامی ایک بنیادی مسئلہ ہے ہمیں اس پر اکٹھے ہونا چاہیے' ملک کو اس شکنجے سے نکالیں۔ میں نے صدر صاحب سے خود براہ راست تنہائی میں تفصیل سے کہا ہے کہ ان لوگوں کو جارحانہ جواب دیں کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں۔ دہشت گرد وہ لوگ خود ہیں جو فلسطین میں جو کچھ کررہے ہیں' عراق میں کررہے ہیں' اور اب ایران پر نظریں لگائے ہوئے ہیں۔ اور پاکستان کو تم اپنی مٹھی میں سمجھتے ہو' ہماری قربانیوں سے سوویت یونین تہس نہس ہوا' ہماری قربانیوں اور جہاد کی وجہ سے' پاکستان کی وجہ سے امریکہ واحد سپر پاور بن گیا۔ ہماری قربانیوں کی وجہ سے سنٹرل ایشیاء کی ریاستیں آزاد ہوگئیں۔ ہماری قربانیوں کی وجہ سے دیوار برلن ٹوٹ گئی' ہماری وجہ سے مشرقی یورپ آزاد ہوا۔ مگر سارا ملبہ ہم پر ڈالا گیا' جنہوں نے ساری قربانیاں دی تھیں۔ آج ان کو تمغہ ملا ہے۔ ان کو یہ تمغہ دے رہے ہیں کہ یہ دہشت گرد ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ جارحانہ رویہ اختیار کریں کہ تم نے تو سارا ملبہ ہم پر ڈالا ہوا ہے۔ اور ہمیں ملامت بھی کررہے ہو اور ہم پر الزامات بھی لگا رہے ہو اسی طرح کرزئی بھی بک رہا ہے۔ ادھر سے بھارت بھی جو چاہے کہہ دیتا ہے۔

اس صورت میں ہمیں اس ساری صورتحال کا جائزہ لینا چاہیے۔ جمہوریت بہت ضروری ہے' اقتصادی اصلاحات بہت ضروری ہیں۔ لیکن سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ملک کو آزاد کرانا ہے۔ ان دنوں میثاق جمہوریت کا بڑا چرچا ہے۔ میرے دوست یہاں بیٹھے ہیں ناراض نہ ہوں' ایک پیپلز پارٹی ہے' تو دوسری طرف مسلم لیگ نواز شریف گروپ ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ جمہوریت کے لئے اللہ ان کو متفق کرے' ان لوگوں کی محاذ آرائی اور جھگڑوں کی وجہ سے

یہ روز ہمیں دیکھنا پڑ رہا ہے۔ اگر یہ لوگ جمہوریت کی پاسداری کرتے تو ہمیں آج یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔
چلئے اب بھی شکر ہے اگر وہ جمہوریت پر متفق ہو جاتے ہیں لیکن میں ایک بات عرض کروں گا کہ میں نے میثاق جمہوریت کا ایک ایک حرف دیکھا ہے۔ مجھے پریشانی یہ ہے کہ اس میں اس سامراجی تسلط اور شکنجہ کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں ملا ہے۔ حالانکہ دو بڑی پارٹیوں کو مل بیٹھ کر یہ سوچنا چاہیے تھا کہ ہمیں اس ملک کو امریکی غلامی سے اور مغربی بالادستی سے اور ان کے شکنجے سے کیسے نکالیں گے۔ مجھے یقین نہیں کہ یہ لوگ اس کے بارے میں کوئی مثبت کردار ادا کر سکیں گے۔ مکمل خاموشی کے علاوہ مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ جمہوریت کی آڑ میں یہی نظام، یہی تسلط، یہی امریکہ اور امریکہ کے ٹیررازم اور عالمی کولیشن کا ساتھ دینا ہوگا، یہی ہمارا طرۂ امتیاز ہوگا کیونکہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے معاہدے کے بعد باہر پریس سے اس میثاق جمہوریت پر دستخط کرنے کے بعد جو پہلی پریس کانفرنس تھی تو اس نے حکومت پر جو الزام لگایا ہے، تو بے نظیر نے سب سے بڑا جرم حکومت کا یہ نہیں بتایا کہ فوجی حکومت جمہوریت کی قاتل ہے۔ اور فوج کو بیرکوں میں جانا چاہیے۔ بلکہ اس نے کہا کہ یہ طالبان کا پورا قلع قمع نہیں کر سکے۔ اس لئے ہم ان کے خلاف ہیں اور اس لئے کہ اسلامائزیشن دوبارہ سر اٹھا رہی ہے۔ محترمہ نے یہ کہا کہ جہادی تنظیموں کو جڑ سے نہیں اکھاڑ پھینکا گیا۔ انہوں نے پریس کانفرنس سے یہ کہا اور یہ فرد جرم لگایا یعنی اگر ہم آ گئے تو یہ سب کچھ جڑ سے نکال پھینک دیں گے اور محترم میاں نواز شریف نے پریس سے کہا کہ اگر 9/11 کے وقت میں بھی ہوتا تو وہی کچھ کرتا جو پرویز مشرف نے کیا۔ یہ ان لوگوں نے کہا ہے آپ سب حضرات نے پڑھا ہے۔ اگر یہ صورتحال ہے اور خدانخواستہ دونوں مل کر بھی یہاں اس مغربی اور غیر ملکی تسلط کو قائم و دائم رکھنا چاہتے ہیں تو غلامی اگر پرویز مشرف کی کلاشنکوف کے زور پر ہو یا ان دونوں پارٹیوں کی جمہوریت کے سائبان کے نیچے ہو، دونوں صورتوں میں غلامی ہے، دونوں صورتوں میں اسلام کا قلع قمع کرنے میں ایک سے ہوں گے۔
ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ کاش یہ دونوں بڑی پارٹیاں کسی دن میثاق جمہوریت کی بجائے ایک میثاق شریعت پر بھی دستخط کریں۔ خدا کی قسم اس ملک کو شریعت کی ضرورت ہے۔ اس سے مسائل حل ہوں گے جو ہم نہیں کر سکے۔ بہرحال یہ دو چیزیں اہم ہیں باقی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ میں ان کو معمولی اور جزوی سمجھتا ہوں۔ آزادی برقرار رکھنا اور ظالم کا ہاتھ روکنا صرف مولوی کا کام نہیں ہے وہ پیپلز پارٹی، مسلم لیگ، ایم کیو ایم 'ق' یا 'ن' ہوں پورے ملک کے چودہ کروڑ شہریوں کا بنیادی حق ہے اور ملت مسلمہ کا حق ہے کہ اپنی آزادی کا دفاع اور تحفظ کریں۔ کاش وہ دن آئے کہ ہم سب چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے ہٹ کر اس ملک کو اس عذاب سے نجات دلا سکیں۔ ورنہ ہم خدانخواستہ روزانہ بیس، پچیس افراد قتل کرتے رہیں گے۔ وزیرستان کے بعد باجوڑ کی باری آئیگی، پھر بلوچستان کی باری آئیگی، اور جو آگ ہم خود پھیلا رہے ہیں، بنوں پشاور میں بھی آ گئی ہے اور یہی پالیسی ہوگی تو خدا نہ کرے کسی دن ہمارے فوجی لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں بھی وہی آپریشن کر رہے ہوں گے۔ جو وزیرستان میں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دن نہ دکھائے اور اس ملک کی صحیح آزادی، اس میں اسلام اور شریعت کے نفاذ کی اللہ توفیق فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔ اس موقع پر نماز ظہر کیلئے اذان کی آواز سنائی دی اور مولانا نے تقریر ختم کر دی۔

ادارہ

صلیبی دہشت گردی کے تعاقب میں

روس اور ہالینڈ کے پارلیمانی وفود سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا مکالمہ

روسی وفد:

جمعیت علماء اسلام کے سربراہ سینٹر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے روسی پارلیمنٹ ڈوما کے چیئرمین کی سربراہی میں آنے والے روسی ارکان پارلیمنٹ کے وفد سے کہا ہے کہ روس مسلمانوں کے خلاف امریکہ اور مغربی ممالک کے جاری کردہ صلیبی جنگ میں واحد سپر پاور کا ساتھ نہ دے بلکہ مظلوم اقوام اور مسلمانوں کے ساتھ کھڑا ہو۔ روس نے افغانستان میں جو کچھ کیا وہ کر گزرا۔ اس کی تلافی مسلمانوں کے قریب ہو کر کی جاسکتی ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ روسی پارلیمنٹ اور سینٹ آف پاکستان کی خارجہ کمیٹیوں کے مشترکہ بریفنگ میں خطاب کررہے تھے جو پارلیمنٹ ہاؤس میں دو گھنٹے تک جاری رہا۔ سینٹر سید مشاہد حسین اور کوسووچ کونسٹینٹن نوروو چ نے کمیٹیوں کی ترجمانی کی۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کہا کہ مغربی اقوام نے اپنے سامراجی اور استعماری عزائم کی وجہ سے پورے عالم اسلام کو نشانہ بنایا ہے۔ اگر روس نے بھی ان عزائم میں امریکہ کا ساتھ دیا تو واحد سپر پاور کا نشانہ بالآخر روس بھی بنے گا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کہا کہ ایران کا جارحیت سے تحفظ بروقت ضروری ہے ایک مشرقی اور پڑوسی ملک ہونے کے ناطے پاکستان اور روس دونوں کو ایران کو بچانے میں مدد کرنی چاہیے۔ ورنہ اس کے نتائج بالآخر سنٹرل ایشیاء اور روس کو بھگتنے پڑیں گے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کہا کہ افغان وار ختم ہونے کے بعد دہشت گردی کی پرورش بڑی طاقتیں ہی کررہی ہیں تاکہ مغربی طاقتیں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرسکیں افغانستان میں مزاحمت کرنے والے طالبان اور دوسرے دینی جہادی قوتوں نے روس کے زوال کے بعد کہیں دہشت گردی نہیں کی۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے سویت یونین اور امریکہ کے باہمی محاذ آرائی کے دوران عرب ممالک مصر فلسطین عراق کے بارہ میں سوویت یونین کی پالیسیوں کو مثبت اور مظلوم اقوام کی حمایت کو قابل تحسین قرار دیا مگر افغانستان میں روسی جارحیت ہی نے امریکہ کو واحد سپر پاور بنا دیا۔ جبکہ دونوں بڑی طاقتوں کی محاذ آرائی سے مسلمانوں اور مظلوم اقوام کو بڑا فائدہ تھا۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کہا کہ بھارت اور امریکہ بعض بڑی طاقتوں کو ملا کر چین کا دائرہ تنگ کررہی ہیں۔ جس کا نقصان روس سمیت سارے ایشیائی اور مشرقی ممالک کو

ہوگا روس کو اس پروگرام پر گہری نظر رکھنی ہوگی ۔ روسی چیئر مین نے جوابی تقریر میں کہا کہ ایران کے ایٹمی مسئلہ کا حل صرف بات چیت ہے' انہوں نے نے خیال ظاہر کیا کہ القاعدہ اور طالبان کے لوگ پاکستان میں موجود ہیں ۔ انہوں نے افغانستان کے بارے میں کہا کہ وہاں کی حکومت کو اپوزیشن قوتوں سے مذاکرات کرنے چاہئیں انہوں نے کہا کہ ایٹمی پھیلاؤ کے بارے میں دوغلی پالیسی نہیں ہونی چاہیے۔

ہالینڈ کے وزیر خارجہ سے بات چیت:

جمعیت علماء اسلام کے سربراہ سینٹر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ہالینڈ کے وزیر خارجہ ڈاکٹر بوٹ اوران کے سربراہی میں آئے ہوئے وفد کو نبی کریم ﷺ کے بارہ میں ڈنمارک' ہالینڈ اور یورپ کے اخبارات کے افسوسناک خاکوں کے بارے میں ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کرتے ہوئے اس معاملہ پر شدید افسوس کا اظہار کیا کہ ہالینڈ اور پوری یورپی یونین نے اس سلسلہ میں نہ صرف انصاف کے تقاضوں سے انحراف کیا بلکہ بار بار ان خاکوں کو چھاپ کر ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا جو سراسر دہشت گردی ہے جبکہ ہمارے دین میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ بھی ہمارے نبی کی طرح واجب الاحترام ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے سینٹ کی خارجہ کمیٹی کے ارکان کے ساتھ آئے ہوئے وفد کے بریفنگ میں وزیر خارجہ کے دہشت گردی کے بارے میں گفتگو کے جواب میں واضح کیا کہ اسلام اور دینی مدارس پر دہشت گردی کا الزام دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اسلام آیا ہی ظلم وستم اور دہشت گردی کو ختم کرنے کے لئے تھا۔ انہوں نے کہا کہ روس کے خلاف جہاد کے بعد سارا ملبہ پاکستان پر ڈالا جارہا ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کہا کہ امریکہ اور اس کے یورپی اتحادی بھارت اور افغانستان نام نہاد حکومت پاکستان کے خلاف ایک تکون بن گئے ہیں۔ اور الزامات بھی پاکستان پر لگائے جارہے ہیں۔ جبکہ بلوچستان اور وزیرستان اور قبائلی سرحدات اور بم دھماکے انہی قوتوں کی سازشوں کا نتیجہ ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کہا کہ ایران پر حملہ پورے عالم اسلام پر حملہ تصور کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہالینڈ کو جہاں بین الاقوامی عدالت انصاف ہے' اسلام کے بارے میں مغرب کے جارحانہ پالیسیوں کے خلاف موثر کردار ادا کرنا چاہیے۔ ہالینڈ کے وزیر خارجہ نے جوابی تقریر میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے کئی نکات سے اتفاق کیا اور کہا کہ مذہب کے بارے میں تمام مذاہب کا احترام لازمی ہے اور میڈیا کا صحیح استعمال ضروری ہے۔ ہماری بین الاقوامی عدالت کو اس بارے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ ہمیں ان اداروں سے انصاف مانگنے والوں کیلئے اپنی سرحدات کھول دینے چاہئیں۔ ہمیں یہاں آ کر آپ کی مشکلات کا مزید احساس ہوا ہے۔ افغانستان کے بارے میں امریکہ کا اپنا ایجنڈا ہے مگر افغانستان کی تعمیر نو ضروری ہے اور وہاں پر قیام امن کی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی المزاح

رسول اللہ ﷺ کی خوش طبعی کا بیان

○ حدثنا عبد الله بن الوضاح الکوفی ثنا عبد الله بن ادریس عن شعبة عن أبی التیاح عن أنس قال: إن کان رسول الله ﷺ لیخالطنا حتی إن کان لیقول لأخ لی صغیر: یا أبا عمیر ما فعل النغیر؟

○ حدثنا هناد ثنا وکیع عن شعبة عن أبی التیاح عن أنس نحوه .... هذا حدیث حسن صحیح۔ وأبو التیاح اسمه یزید بن حمید الضبعی۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بہت ہی میل ملاپ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوعمیر! نغیر (بلبل) کا کیا ہوا؟

دوسری حدیث بھی متناً اور سنداً پہلی حدیث کی طرح ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں پہلے دو راوی بدل بدل ہیں۔ پہلی حدیث کو امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن الوضاح کوفی سے اور انہوں نے عبداللہ بن ادریس الخ سے نقل کیا ہے۔ اور دوسری حدیث کو امام ترمذیؒ نے ہناد سے اور انہوں نے وکیع الخ سے روایت کیا ہے۔

توضیح وتشریح: مزاح کے معنی ہے خوش طبعی۔ ہماری اصطلاح میں مذاق (قاف کیساتھ) کہا جاتا ہے۔ تاہم اصل میں یہ مزاح ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں جس چیز کو مذاق کہا جاتا ہے وہ اور بکواس' الفاظ میں کچھ نرمی اور شدت کے فرق کے ساتھ دونوں تقریباً ہم معنی ہیں۔ کیونکہ مذاق کے ساتھ بے ہودہ گوئی' کسی کی تذلیل وتحقیر اور دروغ گوئی وغیرہ منکرات کی ملاوٹ ذہن میں ضرور آجاتی ہے۔ اور اس قسم کا مذاق شرعاً ناجائز وحرام ہے۔

کثرت مذاق کے مضرات: نیز زیادہ مذاق کرنا اور اس کو عادت اور مداومت کے طور پر کرنا بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ زیادہ ہنسی کا سبب بنتا ہے اور حدیث میں ہے کہ زیادہ ہنسنے سے قساوت قلب (دل کا سخت ہونا) پیدا ہو جاتا ہے۔ نیز اسکی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دین کی فکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات اسمیں کسی کی ایذا رسانی یا کسی کی تحقیر و

تذلیل بھی ہوتی ہے جو کہ گناہ بھی ہے اور اس سے بغض و کینہ بھی دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے جو کہ بہت سے دینی و دنیوی فسادات کا باعث بن سکتا ہے۔ نیز اس سے انسان کا رعب اور وقار بھی ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کثرت مذاق بھی بہر صورت ناجائز ہے۔ بعض لوگ ہنسی مذاق کو اپنا مشغلہ اور پیشہ بنا تا ہے۔ جیسا کہ پشتو زبان میں ''میراوس'' اور اردو زبان میں ''معین اختر'' وغیرہ قسم کے لوگ مشہور ہیں۔ اس قسم کے بے ہودہ گوئی اور دروغ گوئی پر مشتمل کثرت مذاق کا کتنا وبال ہوگا؟ بعض روایات میں یہ مضمون ذکر ہے کہ زبان سے بُری باتیں اور ھفوات بولتے رہنا بہت ہی سہل اور آسان کام ہے اور اس میں کچھ مشقت اٹھانا نہیں پڑتی۔ لیکن اسکی لغزشوں اور گناہوں کا بوجھ بہت بھاری اور خطرناک ہے۔ ناعاقبت اندیشی میں زبان سے گونا گوں ھفوات نکالنا قیامت کے دن کا بہت بڑا خسارہ ہے۔ (اعاذ نا اللہ تعالیٰ منھا)

حضور ﷺ کا مزاح: جناب رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی اور شاذ و نادر ظرافت اور خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کی بے ہودہ گوئی اور منکرات نہ ہوتے تھے۔ بلکہ وہ ظرافت اور خوش طبعی بھی ہزاروں دینی فوائد اور حکمتوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو بہت ہی رعب اور جلال عطا فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں ہے: نصرت بالرعب مسيرة شهر (الحديث) یعنی ایک مہینے کی مسافت کے اندازے پر اللہ نے رعب سے میری مدد فرمائی ہے۔ بقدر ایک مہینہ کی مسافت دور تک دشمن آپ ﷺ کے رعب سے کانپتے تھے۔ نیز احادیث میں ہے کہ جب کوئی آپ ﷺ کو پہلی نظر دیکھ جاتا تو اس پر رعب طاری ہو جاتا تھا' اور جب قریب آ کر آپ ﷺ سے کلام کرتا تو آپ کو بہت ہی مہربان اور سراپا رحمت پاتا۔ بہر حال حضور اکرم ﷺ کبھی کبھی مخاطبین کی مؤانست پیدا کرنے اور ان میں محبت و الفت پیدا کرنے کے لئے اپنے رعب و جلال کے مقام سے کچھ تنزل فرمایا کرتے تھے۔ تا کہ کوئی آپ ﷺ کو محض ایک ہیبت ناک اور دہشت ناک شخصیت تصور نہ کرے۔ اور اس وجہ سے لوگ آپ ﷺ سے ضروری استفادہ کرنے میں جھجک محسوس کر کے محروم نہ رہیں۔

حاصل یہ کہ مزاح اور خوش طبعی میں جب افراط نہ ہو اور عادت و دوام کے طور پر بھی نہ ہو اور ہر قسم کے منکرات سے بھی خالی ہو۔ اور اس میں مخاطبین کے ساتھ انس پیدا کرنے اور ان کے دلوں کو خوش کرنے کی مصلحت بھی موجود ہو' تو یہ عمل مسنون اور مستحب ہے اور ایک امیر' لیڈر اور داعی کے لئے اس امر کی بہت ہی ضرورت ہوتی ہے۔

ان كان رسول الله ﷺ ليخا لطنا حتى الخ یعنی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بہت ہی بے تکلفی سے پیش آتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے گھر کے بچوں کے ساتھ بھی خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اور ان سے ان کے پرندوں کے احوال تک پوچھا کرتے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا:

يا أبا عمير ما فعل النغير: یہ حضرت انسؓ کا اخیافی بھائی تھا جو کہ چھوٹا تھا اور اس نے ایک پرندہ پال رکھا تھا۔

نغیر: چڑیا یا اس کے ہمشکل پرندہ کو کہا جاتا ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ اہل مدینہ اس کو بلبل کہتے ہیں۔ دوسری روایات

میں یہ بھی آیا ہے کہ اس بچے کا یہ پرندہ مر چکا تھا۔ حضور ﷺ کا مقصد اس کلام سے اس بچے کو تسلی دینا تھا کیونکہ وہ اس کے مرنے کی وجہ سے غمگین تھا۔ حاصل یہ کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی بچوں کے ساتھ خوش طبعی کرتے تھے۔ لہذا کبھی کبھار اپنے بچوں، خادموں، شاگردوں اور دوستوں کے ساتھ ظرافت اور خوش طبعی کرنا بھی چاہیے۔ لیکن اس میں بے ہودہ گوئی، دروغ گوئی اور غیر مہذب الفاظ نہ ہوں۔

بچوں کو کنیت سے یاد کرنا اور پرندوں کا پالنا جائز ہے: یا أبا عمیر مافعل النغیر الخ: اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو اسم کنیہ کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔ جیسے 'ابونقط' ابو بیاض' ابوسواد' ابوتراب وغیرہ' حالانکہ وہ چھوٹا بچہ کسی باپ نہیں ہوسکتا۔ ایسے مقامات پر عموماً ''ابو'' بمعنی صاحب کے آتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ پرندوں کا پالنا جائز ہے۔ بشرطیکہ ان کے پالنے اور رکھنے کیلئے کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جائے جس سے انکی تعذیب ہوتی ہو۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدینہ کا حرم' مکہ کی طرح نہیں ہے یعنی حرم مدینہ کا شکار جائز ہے' بخلاف حرم مکہ کے کہ اس کا شکار جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابوالعباس احمد بن ابی احمد الطبری الشافعیؒ نے اپنی کتاب کی ابتداء میں لکھا ہے کہ بعض لوگ محدثین پر اس حدیث أبي عمیر کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں اور طعن کرتے ہیں کہ محدثین ایسی چیزوں کو بھی روایت کرتے ہیں کہ جسمیں کوئی فائدہ نہ ہو۔ (یعنی محدثین نے اس حدیث کو نقل کر کے عبث کام کیا ہے اور اس کو نقل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے) حالانکہ یہ صاحب نہیں سمجھتا کہ اس حدیث میں فنون ادب اور فقہ کے ساٹھ (۶۰) مسائل ذکر ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے ان ساٹھ مسائل کو بسط وتفصیل کیساتھ ذکر کیا ہے۔ تو میں (صاحب الفتح) نے ان تمام مسائل کو تلخیص واختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور بعد میں ان فوائد ومسائل پر میں نے جو کچھ مجھے میسر ہوا اس کا اضافہ بھی کیا ہے۔ پھر حافظ ابن حجرؒ نے وہ تخلیص اور اضافہ سب کچھ تحریر فرمایا ہے جو تفصیل دیکھنا چاہتا ہو تو "باب الکنیة للصبي قبل أن یولد له" کے تحت حضرت انسؓ کی اس حدیث کی تشریح کی طرف رجوع کرلیں۔ (از تحفۃ الاحوذی) الغرض جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک مختصر سا جملہ جو کہ آپ نے ایک بچے کیساتھ ظرافت اور خوش طبعی کے طور پر ارشاد فرمایا تھا۔ اس سے بھی سو کے قریب احکام' مسائل اور فوائد مستفاد ہوتے ہیں

بأبي وأمي ناطق في لفظه ثمن تباع به القلوب وتشتری

○ حدثنا العباس بن محمد الدوری ثنا علی بن الحسن ثنا عبداللہ بن المبارک عن أسامة بن زید عن سعید المقبر عن ابی ھریرة قال: قالوا یا رسول اللہ إنک تداعبنا؟ قال لااقول الاحقا........ ھذا حدیث حسن .. ومعنی قوله انک تداعبنانی انما یعنون انک تمازحنا.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ: صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ: کیا آپ ہمارے ساتھ مزاح کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں صرف حق ہی کہتا ہوں...... یہ حدیث حسن ہے۔
اور یہ قول: انک تداعبنا اس کا معنی ہے انک تمازحنا یعنی کیا آپ ہمارے ساتھ مزاح کرتے ہیں الخ

توضیح وتشریح: انک تداعبنا: یہ دعابۃ سے ماخوذ ہے اور اسکا معنی ہے مزاح کرنا۔ صحابہؓ کا مزاح کے بارے میں پوچھنے کا سبب یہ ہے کہ بعض روایات میں اس سے منع بھی آیا ہے اور کبھی کبھی حضور ﷺ سے مزاح کی بات سننے میں آتی۔ تو انہوں نے سوال کیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: لا اقول الاحقا۔ یعنی میں اگر کوئی بات مزاح کے طور پر کرتا ہوں تو وہ حق اور سچ بات ہوتی ہے۔ یعنی منع کا محمل یہ ہے کہ مزاح میں بے ہودہ گوئی، جھوٹ، تذلیل وتحقیر وغیرہ شامل ہو، یا مزاحیہ باتیں کثرت سے ہوں اور جب مزاح تمام محظورات سے خالی ہو اور حق وصدق پر مشتمل ہو، شاذ ونادر ہو اور حاضرین ومخاطبین کی دلجوئی اور مؤانست وغیرہ مصالح اس میں ہوں تو یہ مزاح صحیح اور جائز ہے۔

اس قبیلے سے ہے وہ روایت جس میں رسول کریم ﷺ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا کہ ''بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی'' تو وہ عورت روتی ہوئی واپس جانے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے یہ آیت سنا دیں: إنا أنشأنا هن إنشاء فجعلنا هن ابکارا (الآیۃ) یعنی ہم ان عورتوں کو ایک نئی تخلیق سے پیدا کر دیں گے اور انہیں کنواریاں بنا دیں گے۔'' یعنی جنت میں دخول کے وقت وہ بوڑھی نہیں رہیں گی بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو کنواری لڑکی بنا کر جنت میں داخل فرمادے گا۔

○ حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو اسامه عن شریک عن عاصم الأحول عن انس بن مالک ان النبی ﷺ قال له: یاذا الأذنین۔ قال محمود قال ابو اسامة: انما یعنی به انه یمازحه۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے ان الفاظ سے مخاطب کیا: ''یا ذالاذنین'' اے دو کانوں والا: محمود کہتے ہیں کہ ابو اسامہ فرماتے تھے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت انسؓ کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔

توضیح وتشریح: یاذا الأذنین: اے دو کانوں والا! یہ بھی حضور ﷺ کی مزاحیہ باتوں میں سے ایک ہے۔ امام ترمذیؒ اور ان کے شیوخ میں سے ابو اسامہ نے بھی یہ معنی مراد لیا ہے کہ یہ جملہ حضورؐ نے خوش طبعی کے طور پر ارشاد فرمایا: اور یہ سچ اور حقیقت ہے کیونکہ ہر آدمی عموماً دو کانوں والا ہوتا ہے۔ لیکن اس میں مزاح اور خوش طبعی کا پہلو بھی خوب نمایاں ہے۔ جیسا کہ ہماری اصطلاح میں بھی بچوں کے ساتھ لوگ اس قسم کی مزاحیہ بات کرتے ہیں کہ مثلاً عامر بچہ! بھلا تجھ کو پتہ ہے کہ تیرے باپ کا سر دونوں کانوں کے درمیان پھنسا ہوا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ نہیں! تیرے باپ کا سر دونوں کانوں

کے درمیان پھنسا ہوگا، میرے باپ کا نہیں۔ یہ کہتا ہے کہ قسم سے کہتا ہوں کہ میں نے خود تمہارے باپ کا سر دونوں کانوں کے درمیان دیکھا۔ وغیرہ اور بعض کے نزدیک "یا ذا الأذنين" کہنا مزاح کے طور پر نہیں فرمایا بلکہ یہ حضرت انسؓ کو اچھے طریقے سے بات سننے اور ماننے کی ترغیب اور تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا۔ یعنی اے دو کانوں والا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے سننے کیلئے دو کان دیئے ہیں۔ پھر بھی اگر تم نے دین اور نصیحت کی بات نہ سنی اور اس پر عمل نہ کیا تو کل قیامت کے دن تیرے لئے کوئی عذر نہ ہوگا۔ یہ دو کان سننے کے لئے ہیں ان سے صحیح فائدہ اٹھالو۔ یا اس میں حضرت انسؓ کی اطاعت گزاری، وفاشعار اور فرمانبردار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

○ حدثنا قتيبة ثنا خالد بن عبدالله الواسطي عن حميد عن أنس ان رجلا استحمل رسول الله ﷺ . قال إني حاملك على ولد ناقة، فقال يارسول الله ما أصنع بولد الناقة؟ فقال رسول الله ﷺ : وهل تلد الابل الا النوق؟ هذا حديث صحيح غريب.

ترجمہ: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے سواری طلب کی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کراؤں گا۔ تو اس آدمی نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! ﷺ اونٹنی کے بچے سے میں کیا کروں گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اونٹوں کو اونٹنیاں نہیں جنتیں؟ (کیا تمام اونٹ اونٹنیوں کے بچے نہیں ہوتے)؟ یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

<u>توضیح وتشریح:</u> اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک آدمی نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی سواری دے دے، یعنی کوئی اونٹ گھوڑا وغیرہ دیدے تا کہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے کی سواری مہیا کروں گا۔ تو وہ بولا! اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! اونٹنی کے بچے سے میں کیا کروں گا۔ کیونکہ بچہ اس کے خیال میں صرف چھوٹے کو کہا جاتا تھا۔ اور چھوٹا بچہ تو سواری کے قابل نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے اس نے شکوہ کے طور پر کہا کہ میں بچے سے کیا کروں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ اونٹ، اونٹنیوں کے بچے نہیں ہوتے؟ یعنی اونٹ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، ہر ایک اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے۔ پھر پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ اور اس کلام میں اس آدمی کو تنبیہ دینا بھی مقصود ہے کہ اگر تو نے تھوڑا تدبر کیا ہوتا تو تجھے یہ کہنا نہ پڑتا کہ "بچے سے میں کیا کروں؟" لہذا جب کوئی بات سن لے تو اس کو رد کرنے میں جلدی نہ کیجئے بلکہ اس کے معنی میں ذرا غور اور تدبر کرے اور اس کے اصل مفہوم اور مقصد سمجھنے کی کوشش کرے۔ جلد بازی سے اس کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے سے بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے۔ جو بعد میں پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف

تہذیبوں کے مابین تصادم.........حقیقت یا پروپیگنڈا

تہذیب (Civilization) کا مادہ ھ ذ ب (ھذب تہذیباً) ہے جس کے لغوی معنی سجانے اور سنوارنے کے ہیں اور اصطلاحی طور پر اس سے مراد ایسے رویے اور ایسی عادات ہیں جن سے لوگوں کے آپس میں میل جول اور رہن سہن کا اسلوب واضح ہوتا ہے، تہذیب اجتماعی زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اور جب سے دنیا وجود میں آئی ہے، اس وقت سے دنیا مختلف تہذیبوں اور تمدنوں کی آماجگاہ بنی رہی ہے۔

یہاں دنیا کی مختلف قوموں نے اپنا اپنا تہذیبی اور تمدنی ارتقاء حاصل کیا پھر کچھ سال یا کچھ صدیوں تک اپنا تہذیبی اور تمدنی مظاہرہ دکھانے کے بعد وہ قومیں اپنی تہذیب و تمدن سمیت دنیا سے ناپید ہوگئیں۔ اس طرح ان کے پیچھے صرف ان کی داستانیں رہ گئیں۔

اسلام جب دنیا میں طلوع ہوا اس وقت یوں تو بہت سی تہذیبیں موجود تھیں، لیکن وہ زندگی کے جواں جذبوں اور ولولوں سے عاری تھیں، اسی لئے ان کا دم واپسیں شروع ہو چکا تھا۔ اسلام نے دنیا میں ایک طاقتور تہذیب اور تمدن کی بنیاد رکھی۔ اسلام کی اس تہذیب کی اساس ایک خدا، ایک رسول، ایک کعبہ، اور ایک کتاب ہدایت پر ہے۔ نیز اسلام کے عالمگیر نظریہ مساوات انسانی پر، اسی لئے اس تہذیب کی قوموں کی برادری میں شناخت چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کے احترام، ماں باپ اور بزرگوں کی عزت و خدمت، رشتہ داریوں سے ملاپ، دوسروں کی مدد اور سب سے بڑھ کر شرم و حیا، عفت و پاکدامنی اور چادر اور چار دیواری کے احترام پر ہے۔ پھر اسلام نے اس بات کی بھی ہدایت کی ہے کہ مردوں کو عورتوں جیسا اور عورتوں کو مردوں جیسا رہن سہن اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن کریم میں ہے:

ولاتتمنوا مافضل الله به بعضكم على بعض للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنسآء نصيب مما اكتسبن

ترجمہ: ''اور جس چیز میں اللہ نے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے، اس کی ہوس مت کرو، مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے۔''

علاوہ ازیں اسلامی تہذیب کا خمیر شرم و حیاء اور تقویٰ و اخلاص اور تزکیہ نفس سے اٹھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محتشم ﷺ کو جن اعلیٰ ترین اور ارفع ترین مقاصد کی تکمیل کیلئے دنیا میں بھیجا۔ ان میں سب سے اعلیٰ ترین مقصد،

تزکیہ وطہارت نفس ہے (۲) اور مرد وزن میں عدم اختلاط' چادر اور چار دیواری کا تحفظ اس تہذیب کا خاصہ ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے ہمیں دوسروں کی مشابہت اختیار کرنے سے' سختی کے ساتھ منع فرمایا اور ہمیں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: من تشبه بقول فهو منهم (۳) ''جس کسی نے کسی دوسری قوم سے مشابہت اختیار کی' وہ انہی میں سے ہے''

اس لئے اسلامی تہذیب' دوسری تہذیبوں کی ملاوٹ سے ہمیشہ پاک وصاف رہی ہے۔ البتہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اندلس' صقلیہ' افریقہ' ہندوستان اور دوسرے کئی ممالک میں جہاں اسلامی تہذیب کو غلبہ حاصل رہا۔ وہاں دوسری اقوام اور دوسری تہذیبوں کے لوگ مسلمانوں کی مشابہت اختیار کرتے رہے ہیں۔ اور آج بھی اسلامی تہذیب کی یہ برتری دنیا کے کئی ممالک میں واضح طور پر دیکھی اور ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اسلام اور عیسائیت کے مابین تصادم:

جب اسلام آیا اس وقت دنیا کے ایک بڑے خطے پر عیسائیت کا راج تھا۔ اسلیئے عیسائیت کے ساتھ ابتدائی دنوں میں نرمی اور مروت آمیز سلوک کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری دنوں میں خلافت راشدہ اور مابعد کے ادوار میں بالخصوص اسلام اور عیسائیت کے درمیان شروع ہونے والا فکری تصادم عملی تصادم اور جنگ کی صورت میں ڈھل گیا۔ جنگ مؤتہ اور جنگ یرموک سے شروع ہونے والی معرکہ آرائی جلد ہی دونوں قوموں کے درمیان خوفناک جنگوں کی صورت میں تبدیل ہوگئی۔ اور دونوں قوموں کے درمیان دنیا کی خوفناک ترین جنگیں لڑی گئیں۔

دونوں قوموں کے درمیان رونما ہونے والا یہ تصادم دونوں قوموں کے درمیان لڑی جانے والی صلیبی جنگوں کے دوران عروج وکمال پر جا پہنچا' اسی لئے اس وقت لگنے والے زخموں کی کسک اب تک باقی ہے۔

صلیبی جنگوں کی ابتداء:

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان صلیبی جنگوں کے نام سے جو عالمی جنگیں لڑی گئیں۔ ان جنگوں کی ابتداء خلیفہ قائم بامر اللہ کی طرف سے ایک گرجا گھر کی' بقول ان کے بے حرمتی کے واقعے سے ہوئی۔ یہ واقعہ کوئی اہم نوعیت کا نہیں تھا' لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسیحی یورپ مشرق وسطیٰ کی اسلامی دنیا پر حملے کے لئے کسی بہانے کا منتظر تھا اور مذکورہ واقعے کے رونما ہونے سے' اسے یہ موقع بآسانی مل گیا۔

چنانچہ ۴۸۸ھ ۱۰۹۵ء میں کلیر ماؤنٹ کے مقدس اجتماع میں اس وقت کے پوپ اربن ثانی نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی یا مقدس جنگ کا اعلان کیا' اس نے مقدس جنگ کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

''بیت المقدس کو بہانہ بناؤ' اور سرزمین مقدس کو چھین کر اس کے خود مالک بن جاؤ'' یہ سرزمین تمہاری وراثت ہے۔ اس سے ان کافروں (مسلمانوں) کا کوئی واسطہ نہیں۔ اس مقدس سرزمین کے بارے میں تورات کا کہنا

ہے کہ اس میں دودھ اور شہد کی نہریں جاری ہیں‘‘(۴)

چنانچہ پہلا صلیبی حملہ ۴۸۹ھ/۱۰۹۶ء کو شروع ہوا اور مسلسل چار سال ۴۹۲ھ/۱۰۹۹ء تک جاری رہا۔ اس وقت چونکہ اسلامی دنیا نہ تو متحد تھی اور نہ ہی ان میں کوئی ایسی طاقت ور حکومت تھی‘ جو ان کا مقابلہ کر سکتی۔ اس لئے اس جنگ میں بیت المقدس سمیت شام اور فلسطین کے کئی علاقوں پر صلیبیوں نے قبضہ جمالیا اور مشرق وسطیٰ میں ان کی چار آزاد ریاستیں (بیت المقدس‘ انطاکیہ‘ طرابلس اور الرھا) قائم ہوگئیں۔

اگر اسوقت سلطان نورالدین زنگی اور اس کا بیٹا سلطان محمود زنگی‘ ان کے راستے میں آہنی دیوار بن کر نہ کھڑے ہوتے تو عین ممکن تھا کہ پورا مشرق وسطیٰ مغربی طالع آزماؤں کی بھینٹ چڑھ جاتا۔

اسکے بعد بالترتیب ۵۴۲ھ/۱۱۴۷ء‘ ۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء‘ ۵۹۱ھ/۱۱۹۵ء‘ ۶۲۶ھ/۱۲۲۸ء اور ۶۶۶ھ/۱۲۲۸ء میں صلیبی حملے ہوئے۔ جو کئی کئی برس جاری رہے اور تقریباً دو سو سال تک یہ دونوں قومیں عالمی جنگیں لڑتی رہیں۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یورپ کی طرف سے ہونے والے یہ تمام حملے نتائج کے اعتبار سے مکمل طور پر ناکام رہے‘ اور مسلمان حکمرانوں نے یورپی حکمرانوں کے ایسے دانت کھٹے کئے کہ انہوں نے دوبارہ پلٹ کر ادھر کا رخ نہیں کیا اور مغرب صدیوں ان جنگوں میں لگنے والے زخم چاٹتا رہا۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء کو جب برطانیہ نے ہندوستانی سپاہیوں کی مدد سے بیت المقدس پر قبضہ کیا(۵) تو اس موقع پر کہا گیا کہ انہوں نے صلیبی جنگوں کا بدلہ لے لیا ہے۔

اگر گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو مسلمانوں اور مسیحی یورپ کے درمیان اس کے بعد جو بھی معرکہ آرائیاں ہوئیں‘ خواہ یہ ترکی کے خلاف اس کے مقبوضہ ممالک میں ہوں یا بلقان کی ریاستوں میں یا افغانستان اور عراق کے میدانوں میں‘ ان سب کے پیچھے یہی صلیبی جنگوں والا جذبہ ہی کام کررہا ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ’’مغرب نے مسلمانوں کا یہ جرم کہ انہوں نے اپنے ملکوں کی حفاظت کے لئے سردھڑ کی بازی لگادی تھی اور سات سمندر پار سے آنے والی جنگجو اقوام کو اس علاقے میں ان کی من مانی نہیں کرنے دی تھی۔ اب تک معاف نہیں کیا۔ اور اس کی صدائے بازگشت کسی نہ کسی صورت میں کہیں نہ کہیں سے منعکس ہوتی رہتی ہے۔

تہذیبوں میں تصادم کا موجودہ نعرہ اور اس کا پس منظر

یہ دنیا کی بدقسمتی ہے کہ اس وقت دنیا کی زمام کار جن قوموں کے ہاتھوں میں ہے‘ ان میں دنیا میں امن و آشتی کو فروغ دینے اور ہم آہنگی کو رواج دینے کے لئے مثبت سوچ کا فقدان ہے۔ ان ملکوں کی مسند ہائے اقتدار پر بیٹھے ہوئے حکمرانوں کے اس مفاد پرست ٹولے کو دنیا کا امن کسی صورت میں بھی گوارہ نہیں ہے اور وہ نت نئے بہانوں اور نئے نئے نعروں کے ساتھ دنیا کے امن وامان کو لوہے اور بارود کی نذر کرنا چاہتا ہے۔ موجودہ دور میں ’’تہذیبوں کے تصادم‘‘ کے نظریئے کے پس منظر میں بھی یہی جذبہ کام کررہا ہے۔

دوسری طرف چونکہ دنیا کا مزاج بدل چکا ہے۔ آج کے دور کا انسان خواہ اس کا تعلق مشرق سے ہو' یا مغرب سے صلح اور امن کے ماحول میں زندگی بسر کرنا چاہتا ہے' آج جنگ و جدال کو نہ تو یورپ میں پسند کیا جاتا ہے اور نہ ہی مشرق میں۔ اس لئے جنگ اور اس کے جذبے کو تر و تازہ اور جوان رکھنے کے لئے آج مسیحی یورپ کو نت نئے بہانوں اور نت نئے نعروں کی ضرورت آ رہی ہے۔ آج کا دور پروپیگنڈے کا دور ہے' اس پروپیگنڈے اور میڈیا کے ذریعے زیرو کو ہیرو اور ہیرو کو زیرو بنایا جاسکتا ہے۔ اور بنایا جارہا ہے۔ میڈیا جب چاہے کسی ملک یا قوم کے خلاف منفی پروپیگنڈے کے ذریعے ایسا ماحول پیدا کردے کہ دنیا اگر اس پر حملہ کرکے اس کی تکا بوٹی کردے تو دنیا حملہ آور کو شاباش دے گی۔ جیسا کہ افغانستان اور عراق میں یہی صورت حال دیکھنے میں آچکی ہے۔

اسی لئے مغربی دانشوروں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی اس تازہ یورش کو بہت سوچ سمجھ کر ''تہذیبوں کے تصادم'' کا عنوان دیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی لوگوں کو اپنی موجودہ تہذیب اور اپنے موجودہ کلچر سے بے حد محبت ہے۔ مجھے خود دو مرتبہ کئی مغربی ملکوں میں جانے کا اتفاق ہوا' جس میں سکنڈے نیوین ممالک خصوصاً ناروے' سویڈن' اور ڈنمارک کے علاوہ فرانس بھی شامل ہے۔ ان تمام ملکوں میں لوگوں کا اپنی موجودہ تہذیب سے بے حد پیار دیکھنے میں آتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی تہذیب کا موجودہ مقام صدیوں کی کلیسا کے ساتھ جنگ کے بعد حاصل کیا ہے' لہٰذا ہر وہ شخص جو انہیں اس تہذیب سے محروم کردے۔ انہیں سخت ناپسند ہے۔ مغربی انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ امن و امن والے اس ماحول میں اسی طرح ساحلوں پر بیٹھا رہے اور امن و امان کے سمندروں میں یونہی غوطے لگاتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی جنگ کی بات ہوتی ہے تو مغربی عوام سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں جنگ سے موجودہ تہذیب کے ٹوٹ جانے اور اپنے خوابوں کے بکھر جانے کا اندیشہ ہے۔

بہرحال مغربی عوام اپنی تہذیب کے بے حد دیوانے ہیں' یہ الگ بات ہے کہ موجودہ مغربی تہذیب نے مغرب کو اور وہاں بسنے والے انسان کو سوائے مایوسیوں اور محرومیوں کے کچھ نہیں دیا اور مغرب میں عیش و عشرت پسندی کے اس جذبے سے خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ اور اب تو اقوام متحدہ کے تحت مختلف ملکوں میں 'شادی خانہ آبادی'' کی تحریک شروع کی گئی ہے۔ تاکہ لوگوں کو خاندانی وحدت میں پرو دیا جاسکے۔

اس لئے مغربی دانشوروں نے اس مرتبہ بہت سوچ سمجھ کر ترپ کا پتہ پھینکا ہے کہ مسلمانوں کو تہذیب حاضر کا دشمن ثابت کرکے مغربی لوگوں کو باور کرایا جاسکے کہ مسلمانوں اور ان کی تہذیب سے' تہذیب حاضر کو سخت خطرہ ہے۔ لہٰذا اس خطرے کو' بالفاظ دیگر' ایسے اسلامی ملکوں کو جو کم از کم اپنا دفاع کرنے کی پوزیشن میں ہیں' ایک ایک کرکے نشانے پر لایا جائے۔ اور ان کے خون سے ہاتھ رنگتے ہوئے ان کا قصہ پاک کردیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ حتی الامکان مغربی عوام کا تعاون حاصل کیا جائے

تہذیبوں کے تصادم کے نظریئے کا آغاز وارتقاء:

دنیا کے حالات وواقعات پر ایک نظر ڈالنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید مغرب پہلی جنگ عظیم کے فوراً بعد ہی اسلامی دنیا پر حملہ کرنا اور اسے سبق سکھانا چاہتا تھا۔ اس جنگ میں اس وقت کے مسلمانوں کی واحد مثالی قوت ترکی کو جس بیدردی اور بے رحمی سے ختم کیا گیا اور پھر خود ترکی کے جس طرح سے حصے بخرے کرنے کی کوشش کی گئی' اس سے اس رائے کی تائید ہوتی ہے' تاہم ۱۹۱۷ء میں بالشویک انقلاب اور روس سے ابھرنے والی سوشلزم کی طاقتور تحریک نے مغربی دانشوروں کو اپنا یہ ارادہ کچھ عرصے کے لئے ملتوی کرنے پر مجبور کردیا۔

چنانچہ سابقہ سوویت یونین کے خاتمے تک یہ تحریک اندر ہی اندر دبی رہی اور مغرب کو اپنا یہ تعصب چھوڑ کر اپنے طاقت ور دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کیلئے مسلمانوں سے تعاون لینا پڑا۔ آخری دنوں میں تو مغربی ممالک کو اپنے اخراجات سے مسلمانوں کو دینی مدارس تک کو چلانا پڑا۔ اور افغانستان میں مسلمانوں کو ہر طرح کی مالی اور اخلاقی امداد مہیا کی جاتی رہی۔

لیکن جیسے ہی سوویت یونین اور سوشلزم کا خاتمہ ہوا اور سرد جنگ کا دور اختتام کو پہنچا۔ مغرب کے ذہن میں چھپا ہوا پرانا ناسور پھر جاگ گیا۔ اور اسے ایک نئے عنوان سے یعنی ''تہذیبوں کے مابین تصادم'' کے مفروضے کے تحت دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔

واقعاتی شہادت یہ ہے کہ ابھی افغانستان میں مغرب اور روس کے مابین آویزش عروج پر تھی اور پوری طاقت کے ساتھ زور آزمائی ہورہی تھی کہ انہی دنوں امریکہ کے سابق صدر رچرڈ نکسن نے اپنے ایک مضمون میں یہ بات کہی۔ ''امریکہ اور روس' افغانستان کے اندر لڑ رہے ہیں' اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہ میں نہیں کہہ سکتا لیکن مجھے صاف نظر آرہا ہے کہ امریکہ اور روس کا مفاد آپس میں لڑنے میں نہیں ہے' اصل خطرہ کچھ اور ہے اس کا شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور وہ ہے اسلامی بنیاد پرستی کا خطرہ''(۶)

پھر سب سے پہلے نیٹو کے جنرل سیکرٹری نے یہ بات کہی کہ ''سرخ خطرہ ٹل گیا ہے اور سبز خطرہ نمودار ہوگیا ہے'' اس کے بعد ایک بڑے یہودی مفکر برنارڈ لیوس (Bernard Liwis) نے' جو لندن یونیورسٹی میں پروفیسر رہا اور پھر ۱۹۸۰ء میں امریکہ منتقل ہوگیا اور اس نے امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے مشیر اور امریکی پالیسی ساز کے طور پر کام کرنا شروع کردیا۔ یہ شخص پوری اسرائیلی لابی کے دماغ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اس نے ۱۹۹۰ء میں جب روسی فوجیں افغانستان سے واپس ہوئیں' امریکہ کے اہم رسالے (Atlantic Monthly) میں اپنے مضمون میں پہلی بار تہذیبوں کے مابین تصادم (Clash of Civilization) کے الفاظ استعمال کئے۔ اس نے اپنے اس مضمون میں لکھا: اب یہ بات واضح ہوجانی چاہیے کہ ہم مسائل' پالیسیوں اور ان کو لیکر چلنے والی حکومتوں کی سطح بلند ہونے کی

کیفیت اور تحریک کا سامنا کر رہے ہیں۔ یہ تہذیبوں کے تصادم سے کم کی بات نہیں ہے۔ غالباً یہ ہمارے یہود' مسیحی ماضی' ہمارے سیکولر حال اور ان دونوں کی عالمگیر توسیع کیخلاف ایک قدیم دشمن کا شاید غیر عقلی لیکن یقیناً تاریخی ردعمل ہے۔'' اس مضمون میں اس نے واشگاف لفظوں میں کہا:

اسپین میں مسلمانوں کی پہلی آمد سے لے کر ویانا میں دوسرے ترک محاصرے تک ایک ہزار سال کے دوران یورپ مسلسل اسلام کے خطرے کی زد میں رہا ہے۔ (۷)

اس کے اس نظریئے کو بڑی پذیرائی ملی اور یوں لگتا ہے کہ مغربی دانشور کسی ایسے ہی شوشے یا نعرے کے منتظر تھے' اور انہیں جیسے ہی یہ نعرہ سنائی دیا' انہوں نے بلاسوچے سمجھے' اس کی تال پر سر دُھننا اور اس کی لے میں لے ملانا شروع کر دیا۔ ۱۹۹۱ء میں ایک دوسرے مغربی دانشور ولیم (William Pfaff) نے ایک مضمون میں اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا:

There are a good many people who think that war between Communism and the west is about to be replaced by a now war between the west and Muslim (8)

(بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کیمونزم اور مغرب کے مابین ہونے والی یہ جنگ جلد ہی مغرب اور اسلام کے مابین ہونے والی جنگ میں بدل جائے گی)

چونکہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا ہے۔ اسی لئے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور لکھا جا چکا ہے۔ چنانچہ اس موضوع کا محاکمہ کرتے ہوئے ایک سکالر لکھتا ہے:

Islam and Christian Europe have sporadically been at war since the time of the Crusades, there are people (on our side and on there side) who want to turn this into a holy war between two civilizations as that could produce anything but death or Lasting misery (9)

(''اسلام اور مسیحی یورپ' صلیبی سے لے کر گاہے بگاہے جنگ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اب بھی دونوں طرف (ہماری طرف اور ان کی طرف) ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ اس کو دونوں تہذیبوں کے مابین ایک کھلی جنگ میں تبدیل کر دیں۔ مگر اس سے موت یا انسانیت کے خاتمے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا)

پھر جب مغرب میں کوئی بحث چلتی ہے تو اسے نام نہاد سروے کے ذریعے قوت پہنچائی جاتی ہے' حالانکہ ''سروے'' مکمل طور پر سروے کرنے والوں کے ہاتھوں کی کارروائی ہوتی ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ اس میں واقعیت بھی موجود ہو۔ اس مسئلے پر بھی کئی نام نہاد سروے رپورٹیں مرتب کی جا چکی ہیں۔ جن سے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ معاشرے کے مختلف لوگ بھی دور حاضر کو تہذیبوں کا تصادم قرار دے رہے ہیں۔

اس ضمن میں سیموئیل ہن ٹنگٹن کا نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے' اس شخص نے برنارڈ لیوئس کے مشن کو

آگے بڑھاتے ہوئے بڑا موثر کام کیا ہے۔ یہ شخص ایک یہودی ہے اور ''ہارڈ ورڈ یونیورسٹی'' میں بین الاقوامی تعلقات کا پروفیسر ہے۔ اس نے ۱۹۹۳ء میں معروف امریکن رسالے ''فارن افیئرز'' میں ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا The) Clash of civilization) پھر اس نے اس بحث کو پوری تفصیل کے ساتھ اپنی ایک کتاب میں شائع کیا جس کا عنوان ہے: Clash of Civilizations and Remarkin of New World

بقول پروفیسر خورشید احمد' یہ کتاب تہذیبوں کے تصادم والے نظریئے کی ''بائبل'' بن گئی ہے اور اس کی بیسیوں نہیں سینکڑوں کی تعداد میں کتابیں' تقاریر' اسٹرے ٹیجک اور دانشوروں اور ماہرین (Think Tank) کی رپورٹیں اس موضوع پر آئی ہیں۔ (۱۰)

الغرض مغربی دنیا بشمول امریکہ تہذیبوں کے تصادم والا نظریہ پیش کر کے مسیحی یورپ کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ اصل خطرہ ان کے لئے اسلام ہے۔ اور یہ کہ مسلمان ان کے مذہب' ان کی تہذیب' ان کے تمدن کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا اس سے پہلے کہ وہ تمہیں ختم کریں' تم انہیں ختم کردو۔

اس کے ساتھ ساتھ مغرب کو یہ بھی باور کرایا جارہا ہے کہ مسلمان کا سیکولر ہوجانا اور مغربی تہذیب کے اہم پہلوؤں کو اختیار کرلینا بھی مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مغربی خاتون ڈاکٹر شیریں ہنگر نے لکھا:

''مسلم معاشروں کا مکمل طور پر سیکولر ہوجانا اور مغربی تہذیب کے اہم پہلوؤں کو اختیار کرلینا بھی مغربی اور مسلم ممالک کے درمیان مستقل مفاہمت کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ مغربی اور مسلم ممالک کے درمیان باہمی نزاع کے اسباب باقی رہتے ہیں' خاص طور پر مسلم ممالک کی یہ خواہش کہ مغرب کے مقابلے میں طاقت کے عدم توازن کو دور کیا جائے''

<u>حرف آخر:</u>

الغرض اس وقت جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے: ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

ایک طرف تو مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے تہذیبوں کے تصادم کا نام نہاد نظریہ پیش کرکے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ جو مسلمان ملک بھی فوج' اسلحہ اور حکمت عملی کے میدان میں مغرب کے مقابلے میں اٹھ سکتے ہیں' انہیں ایک ایک کرکے ختم کردیا جائے۔ دوسری طرف مسلمان ممالک مایوسی' جہالت اور سیاسی طور پر عدم اتفاق کا شکار ہیں اور آپس کی خانہ جنگیوں میں اس قدر الجھے ہوئے ہیں کہ انہیں یہ احساس ہی نہیں کہ دنیا ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنے جارہی ہے۔ اس صورت کا ہم مختصر طور پر یوں تجزیہ کرسکتے ہیں۔

۱۔ تہذیبوں کے تصادم والا نظریہ محض مسیحی یورپ کے دانشوروں کا من گھڑت منصوبہ ہے' جس کے ذریعے وہ خام مال خصوصاً گیس اور تیل کی دولت سے مالا مال اسلامی ممالک کے وسائل پر دیر تک قبضہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

۲۔ اس نام نہاد نظریئے کا دوسرا بڑا مقصد یہ ہے کہ ایسے اسلامی ممالک جو فوج' اقتصادی' ساز و سامان اور تکنیکی حکمت عملی کے میدان میں' مغربی ممالک کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ انہیں ایک ایک کر کے سبق سکھایا جائے اور ان ممالک میں اپنی مرضی کی اور من پسند حکومتیں قائم کی جائیں۔

۳۔ اسلام کی اشاعت اور مغربی تہذیب و تمدن کے خلاف مسلمان علماء کی پر مغز علمی اور فکری کاوشوں کو اس تصادم کا عملی مظہر بنا کر پیش کیا جاسکے تا کہ فکری میدان میں مغربی استعمار کی مخالفت کو ختم کیا جاسکے۔

۴۔ اپنی شتر بے مہار اور مادر پدر آزاد تہذیب کا نہ صرف پوری' قوت کے ساتھ دفاع کیا جائے بلکہ اسے میڈیا کے ذریعے مسلمانوں پر بھی مسلط کیا جائے۔ اور جو شخص اس کی مخالفت کرے' اسے بنیاد پرست اور انتہا پرست قرار دے کر رد کا جاسکے بلکہ اگر ممکن ہو تو اسے خود مسلمان ممالک کے ہاتھوں سزا دلوائی جائے۔

یہ ہے تہذیبوں کے تصادم والے نظریئے کا پس منظر۔

﴿ حــــوالــــہ جــــات ﴾

۱۔ النساء (۳۲/۴) ۲۔ القرآن الکریم 'البقرہ (۱۵/۲) ۳۔ مشکوٰۃ (اللباس)

۴۔ حسن الحبشی 'الحروب الصلیبیۃ الاولیٰ' قاہرہ ۱۹۴۷ء ص ۳۔۲۷' یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ''صلیب'' کے عنوان سے لڑی جانے والی ان جنگوں کی اساس ہی غلط تھی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب تو امن اور عدم دفاع کا نشان ہے' مغرب نے اسی صلیب کو مشرقی ممالک خصوصاً اسلامی ملکوں پر چڑھائی اور دھاوے کے لئے نشان بنالیا' جو کہ درست نہیں ہے۔

۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ۱۶/۱/۱: ۳۰۶۔۳۰۷

۶۔ ترجمان القرآن' مئی ۲۰۰۶ء بحوالہ رسالہ Forign Affairs

۷۔ جیفرسن لیکچر ۱۹۹۰ء Atlantic Monthly' ستمبر ۱۹۹۰ء

۸۔ William Pfaff, Help Algeria's Fundamentalist, the New York January,1991

۹۔ John L.Esposito, The Islamic myth or Releaty (تیسرا ایڈیشن' باب ششم' ص ۲۱۵' مطبوعہ آکسفرڈ یونیورسٹی نیو یارک ۱۹۹۹ء) یہ کتاب اس عنوان پر بڑی اہمیت رکھتی ہے' مصنف نے اس کتاب میں مسئلے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ محض ایک افسانہ ہے اور حقیقت نہیں ہے۔

۱۰۔ پروفیسر خورشید احمد' تہذیبوں کا تصادم حقیقت یا واہمہ' در ترجمان القرآن مئی ۲۰۰۶ء ص ۱۱

۱۱۔ ایضاً

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی

مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

احتساب اعمال اور محاسبہ نفس

نحمده ونصلي علي رسوله الكريم اما بعد فاعوذ باالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم۔ وعدالله الذين آمنوا امنكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضي لهم وليبدّ لنهم من بعد خوفهم امنايعبدونني لايشركون بي شيأ ومن كفربعد ذالك فاولئك هم الفاسقون۔ (سورة نور آیت ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وعدہ کرلیا ہے کہ ان کو البتہ ملک میں اس طرح حاکم بنادیں گے جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کو اور ان کے لئے اس دین کو جو ان کیلئے پسند کردیا جمادیں گے۔ اور ان کے خوف کے بدلے ان کو (اللہ) امن دے گا (یہ لوگ) میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جو لوگ ناشکری کریں گے پس وہی لوگ نافرمان ہونگے۔

عالم اسلام مصائب کی زد میں:

مذکورہ آیت کریمہ جس کی تلاوت گزشتہ چار پانچ مواعظ کے دوران مسلسل کررہا ہوں۔ ایک اہم مسئلہ کی طرف پوری امت کی توجہ دلائی جارہی ہے کہ اسوقت دنیا کے جس حصہ میں مسلمان رہ رہے ہیں' انتشار' مصیبت اور گھمبیر مسائل کا شکار ہیں' کبھی ہم نے سر جوڑ کر غور کیا ہے کہ یہ مصائب مسلمانوں کے ہاں کیوں خیمہ زن اور ان کا مقدر ہوچکی ہیں' گرد و پیش کا جائزہ لیں تو کہیں بھی عیسائی عیسائی کے خون کے درپے نہیں۔ یہودی یہودی کے خون کا پیاسا نہیں بلکہ تمام غیر مسلم ایک نقطہ پر متفق ہیں اور وہ نقطہ صرف اور صرف مسلمان اور اسلام دشمنی ہے۔ مسلم دنیا بھی آپس میں ایسی الجھنوں کا شکار ہے کہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگارہے ہیں۔

خودکردہ را علاجے نیست:

جب بھی آپس میں بیٹھنے کا موقع ملتا ہے مسلمانوں کے زوال ان پر ظلم و ستم اور بدحالی کے تذکرے بکثرت ہوتے رہتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی کوئی مجلس ان اذکار سے خالی ہوگی۔ کوئی فحاشی و عریانی پر نالاں اور کسی کو رشوت' سود' زنا'

مہنگائی وغیرہ کی شکایت ہے۔ کیا ہم اور آپ نے کبھی ان پریشانیوں کے عوامل واسباب پر سوچا ہے۔ نہ صرف مسلمان ہی ان مسائل ومصائب کے گرداب میں کیوں پھنسے ہوئے ہیں۔ بے شمار وجوہات میں سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم میں سے جو کسی برائی کے خلاف سب سے زیادہ بول رہا ہے اس کے دینوی اخروی ضرر گنتے گنتے تھکتا نہیں جب خود اسی بدی سے معاملہ کرنے کا وقت آیا ہے تو نہایت خوشی سے ہتھیار ڈالنے کے بعد اسی برائی سے ڈیل کر کے اس میں مبتلا ہو جاتا ہے' خور کردہ راعلاجے نیست۔

دوسروں سے قبل اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے:

گویا ہر مسلمان امت کی اصلاح وفلاح کا تو خواہشمند ہے مگر یہ خواہش صرف اس حد تک ہے کہ دوسرا راہ راست پر آجاتے اپنے درستگی کی طرف نہ توجہ ہے نہ خواہش' ہر ایک کی نظر اپنے مادی فوائد' ذاتی مسائل تک محدود ہے' ان فوائد کے حصول اور مسائل کے حل میں عہد شکنی' جھوٹ' فریب اور دھوکہ دہی کو بھی مہارت اور عقل ودانش سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ دوسروں کے اصلاح کی آرزو رکھنے والے کیلئے ضروری ہے کہ دوسروں کی عیوب کی نشاندہی سے پہلے اپنے گریباں میں دیکھے کہ انہی گناہ میں یہ خود تو گرفتار نہیں اگر یہ خود مبتلا ہے تو پہلے اپنی اصلاح کر کے دوسروں کو راہ راست پر لانے کی فکر کرے' اگر خود برائی سے باز نہیں آتا اور دوسروں کو نیکی کا حکم کرتا ہے تو یہ امت کا خیر خواہ نہیں بلکہ اللہ اور امت دونوں کا مجرم ہے۔ انہی قسم کے اصلاح پسندوں کے بارہ میں رب العالمین نے وعیدوں کی شکل میں واضح آیات نازل فرما کر ایسے افراد سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (البقرہ)

ترجمہ: ''کیا تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلائیوں سے بھلا بیٹھتے ہو اور تم قرآن مجید پڑھتے رہتے ہو کیا تم پھر بھی سمجھتے نہیں ہو۔''

دوسرا ارشاد ہے:　　یاایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کرتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔''

اپنی ذات کا محاسبہ:

دوسرے پر اثر تب ہوتا ہے' جب ترغیب اور گناہ کی نشاندہی کرنے والا خود نیکی پر عمل کرے اور گناہ سے بچتا رہے' تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جن مبارک ہستیوں نے لوگوں کو دین کی طرف آنے اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دی۔ پہلے وہ خود عمل کر کے دوسروں کے لئے ایسے نمونے بن گئے کہ لوگ ان کو دیکھ کر ایمان او راعمال صالحہ کی طرف راغب ہو جاتے۔ شاید ہم رحمت دو عالم صلعم کے اس ارشاد کا مصداق بن چکے ہیں کہ

مثل الذی یعلم الناس الخیر وینسی نفسہ کمثل السراج یضئ للناس ویحرق

نفسہ (طبرانی)

ترجمہ: '' اس آدمی کی مثال جو لوگوں کو خیر سکھائے اور خود اس پر عمل نہ کرے اس چراغ کی طرح ہے جو اور لوگوں کو روشنی دے رہا ہے مگر خود اپنے آپ کو جلا رہا ہے۔''

اسلام ہمیں سب سے پہلے اپنے نفس کے محاسبہ کا حکم دیتا ہے۔

جماعت صحابہؓ کی بے مثال تربیت:

اپنے اعمال و کردار پر غور' محاسبہ اور اصلاح کے بعد اور لوگوں کو نیکیوں پر آمادہ اور برے کاموں سے بچانے کی کوشش ہو تو یہ جدوجہد کارگر ثابت ہو کر اللہ کے راضی کرنے اور خدمت خلق کی بہترین صورت ہو سکتی ہے۔ لیکن شرط اخلاصِ نیت سے امت کی صلاح و فلاح ہو صرف لوگوں کی برائیوں اور گندگی کی تشہیر کر کے ان کو ذلیل کرنا نہ ہو۔ اسی انسان کو جب حضورؐ نے اعلیٰ اخلاقی اور نفسیاتی تربیت سے مالا مال فرمایا' تو محاسبہ نفس کے ایسے مثال قائم کر دیئے کہ اسلام کے علاوہ اور مذاہب کی تاریخ میں اس کی مثال کا ملنا بھی ناممکن ہے' اگر کسی وقت بتقضائے فطرت بشری آپؐ کے کسی صحابی سے گناہ کا ظہور ہو جاتا تو اپنے مضبوط ایمان کی وجہ سے وہ بے چین ہو کر دربار نبویؐ کی طرف دوڑتے کہ اے اللہ کے رسول مجھے گناہ کے اس آلودگی سے پاک فرما۔ اپنے اصلاح کیلئے اسے یہ پرواہ نہ ہوتی کہ لوگ کیا کہیں گے۔ مذاق اڑائیں گے حاضرین کے سامنے شرمندگی اور رسوائی ہوگی' گہرے وسیع اور واضح ایمان کی بدولت نجات اخروی کے لئے وہ ہر قسم کے دینوی مصائب و پریشانی جھیلنے کے لئے ہمہ تن تیار رہتے۔ اسی راہ میں کسی قسم کے مصلحت کو رکاوٹ تسلیم کرنے کے وہ قطعاً روادار نہ تھے۔

حضرت ماعزؓ بن مالک کا اعتراف جرم:

محاسبہ نفس اور آخرت کی سزا و اللہ کی کی ناراضگی سے بچنے کی خاطر اقرار جرم کرنے والوں میں سے ایک اہم واقعہ دربار نبوت کی حاشیہ نشینی کر کے اس سے فیضیاب ہونے والے حضرت ماعزؓ کا آپ نے سنا ہوگا۔

عن ابن عباسؓ قال لما اتی ماعز بن مالک النبی ﷺ فقال له 'لعلک قبلت اوغمزت او نظرت قال لا یا رسول الله قال انكتها لایكنی قال نعم فعند ذلک امر برجمه رواه البخاری۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے جب ماعز بن مالک (مسجد نبوی میں) حضور صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ مجھ سے زنا کاری ہوئی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا شاید تم نے اجنبیہ سے بوسہ لیا ہوگا یا اسے صرف (شہوت) سے ہاتھ لگایا ہوگا یا (صرف) دیکھا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم نے زنا (جماع) کیا ہے۔ راوی کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے یہ بات اشارے کنایہ میں نہ پوچھی۔ ماعز نے کہا ہاں میں نے جماع کیا ہے۔ اس کے بعد

آپؐ نے ماعز کو سنگسار کروانے کا حکم فرمایا۔

خوفِ خدا اور عقیدہ آخرت کے برکات:

یہ واقعہ کتب احادیث میں کئی رواۃ سے مختلف تفصیلات کے ساتھ ذکر ہے۔ جس کے ہر ہر جملہ میں بے شمار اسرار و رموز اور مسائل کا استنباط و استخراج پوشیدہ ہے۔ جس پر بحث و تحیص علماء و طلباء ہی کا کام ہے۔ ہم اور آپ جیسے گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے افراد نے گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد کبھی اس بے چینی اور اپنے ضمیر کو ملامت کرنے کا مظاہرہ کیا ہے جس کا اظہار حضرت ماعز نے آپؐ کے دربار میں اصرار و اقرار سے فرمایا۔ خوف خدا و عقیدہ جزا و سزاء کی اتنی پختگی تھی کہ بار بار آخرت کی سزا کی جگہ دنیا کی سزا برداشت کرنے پر مصر تھے۔ وہ شیطان کے اس دھوکہ میں آنے والے نہ تھے کہ جو کچھ گناہ کرنے ہیں کرلو دنیا کے خرافات سے جی بھرلو۔ آخرِ عمر میں توبہ کرلیں گے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ سارے گناہ معاف کردے گا۔ بلکہ ہر وقت خوفِ خدا اور آخرت کی فکر میں ایسے محو اور متفکر رہتے کہ تمام عمر کا حساب دینا پڑے گا۔ پل صراط کو عبور کرنا ہے۔ ذرے ذرے کا پوچھا جائے گا۔ کیوں۔ کیا۔ کیسے۔ اور کہاں سے حاصل کیا۔ بدن کے ہر عضو کے اعمال کے بارے میں جوابدہی ہوگی۔ کاش ہم میں بھی اسی طرح کی سوچ پیدا ہوتو پھر یقیناً خوف خدا پیدا ہوکر ہر وقت اور ہر قدم پر اپنے احتساب کی ایسی عادت پڑ جائیگی کہ خطا اور گناہ کے سرزد ہونے پر بے چین ہوکر گناہ کی گندگی سے فوری طور پر پاک ہونے کے طریقے اور راستے تلاش کرنے میں لگ جائیں گے۔

حضرت غامدیہؓ کا قصہ:

اپنے ساتھ خود انصاف کرنے کی جو قوت اللہ نے ان کو عطا فرمائی یہ صرف مرد حضرات صحابہؓ کی خصوصیت نہ تھی بلکہ صنف نازک صحابیاتؓ بھی مردوں سے دو قدم آگے نکلنے کے جذبہ سے معمور تھیں۔ حضرت ماعز کے رجم کے بعد ایک عورت غامدیہؓ آکر حضور کو کہنے لگی، اللہ کے رسولؐ مجھ سے زنا کی غلطی سرزد ہوگئی، مجھے پاک و طاہر فرما۔ گناہ کے دھلنے اور معافی کے لئے ایسی تڑپ رہی تھی کہ فوراً گناہ کا ثبوت بھی پیش کردیا میں اس غلطی کی وجہ سے حاملہ بھی ہوں۔ آپؐ نے بچہ کی ولادت تک انتظار کرنے کا فرمایا۔ حضور کو جب بچہ کی ولادت کی خبر دے دی گئی تو آپؐ نے بچہ کو دودھ سے فراغت تک انتظار کرنے کا حکم دیا۔ دودھ پلانے کی مدت کے خاتمہ پر بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دے کر پھر حاضر ہوئی کہ یارسول اللہ اب تو یہ بچہ خود کھانا کھانے کے لائق ہوگیا ہے۔ میرے دودھ پلانے کی اب اس کو ضرورت نہیں۔ اطمینان و سکون اور چین تب اسے حاصل ہوا کہ سرور کونین صلعم نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔

گناہ کی یاد میں اپنے آپ پر دنیوی سکون حرام کرنے والی اس مقام پر فائز ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کرلی اگر ایسی توبہ کوئی ناجائز ٹیکس لینے والا کرے تو اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

گناہوں کی نحوست:

خیرون القرون میں مرد تو کیا کہ عورتوں کی حالت یہ تھی کہ گناہ صادر ہونے کے بعد جب تک صدقِ دل سے توبہ اور سزا کا اجراء نہ ہوتا مرغ نیم بسمل کی طرح بے قرار رہتی۔ آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ رب العزت کی نافرمانی اور گناہوں پر گناہوں کا سلسلہ جاری ہے کسی کو اپنے معاصی کا احساس ہی نہیں ہو رہا تو بہ تو دور کی بات ہے۔ گویا گناہ کو گناہ سمجھنے کی قوت بھی سلب ہو چکی ہے۔ خود گناہ کے گندے تالاب میں تیرتے ہوئے بھی دوسروں کے پاکی کے درپے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ خود اس حال میں ہوں تو دوسروں کی اصلاح کی خواہش کب پوری ہو سکتی ہے۔ انہی پے درپے گناہوں کے صادر ہونے کا ایک بڑا نقصان دہ اثر یہ ہو جاتا ہے کہ مسلمان کے دل میں رب العالمین کی جو عظمت ہوتی ہے گناہوں سے دل سیاہ ہو کر یہی انسان اللہ کی عظمت اور ہیبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ جب اس حد کو مسلمان پہونچ گئے تو مصائب و پریشانیوں کی کیا شکایت؟ ان اعمال کا نتیجہ تو یہی نکلتا ہے۔

خالق کائنات کا ارشاد ہے اور اٹل فیصلہ ہے۔ ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم۔

ترجمہ: ''جو مصیبت تم کو پہونچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ یعنی یہ تمہارے گناہوں ہی کا وبال ہے۔'' بات لمبی ہو گئی محاسبہ نفس مستقل موضوع ہے۔ انشاء اللہ آئندہ کسی موقع پر اس مسئلہ پر تفصیلی معروضات پیش کروں گا۔

نسخہ اصلاح عالم:

آج مسلم دنیا کے مسلمان اپنے اوپر ظالم و جابر اور بے دین حکمرانوں کے مسلط ہونے کا واویلا کر رہے ہیں واقعی ایسا ہی ہے کہ اپنے ہی ملکوں میں رہنے والوں پر غیر ملکی اور کفر کے آلہ کار لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار ہے جو دین کے جڑوں کو کمزور کرنے اور اپنے ہی رعیت پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑنے میں دشمنوں سے بھی آگے نکلے ہوئے ہیں' آخر کیوں؟ اگر اسلامی تعلیمات و احکامات کا عبرت کی آنکھوں سے غور کیا جائے تو یہ سب کچھ بھی ایمان کے دعویٰ کے باوجود ایمان و عمل صالح پر استقامت سے قائم نہ رہنے اور مکمل اتباع نہ کرنے کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ جبکہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو بدلنے کے بجائے صرف دعاؤں سے اپنے ظالم حکمرانوں کو بدلنے کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے۔

ظالموں کے شر سے بچنے کا نسخہ:

حالانکہ مرشد عالم ﷺ نے ان حالات سے نجات حاصل کرنے کیلئے ایسا نسخہ اکسیر ذکر فرمایا ہے جس پر کاربند ہو کر نہ صرف رعیت کو اطمینان و سکون بلکہ بگڑے ہوئے حاکموں کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالیٰ یقول انا اللہ لا الہ الا انا مالک الملوک قلوب الملوک فی یدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمة والرأفة۔ واذا عصونی حولت قلوبھم بالسخطة

والنقمة فساموهم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسكم بالدعاء على الملوك ولكن اشغلوا انفسكم بالذكر والتضرع كي اكفيكم ملوككم (رواۃ ابونعیم)

ترجمہ: ''حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہیں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں (اگر) بندے میری فرمانبرداری کرتے ہیں تو (ظالم) بادشاہوں کے قلوب کو انکے حق میں رحمت اور شفقت کی طرف موڑ دیتا ہوں اور جب میرے بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے حق میں (عادل اور نرم خو) حاکموں کو غضب اور سختی کی طرف موڑ دیتا ہوں۔ جس کے نتیجے وہ بادشاہ ان کو سخت مشکلات اور تکالیف میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اس لئے تم اپنے کو ان حاکموں کے لئے (صرف) بددعا کرنے میں مشغول نہ رکھو بلکہ (دعاؤں کے ساتھ اپنے آپ کو ذکر اللہ میں مشغول کرو تا کہ میں تمہیں ان حاکموں کے شر ور اور تکالیف سے محفوظ رکھوں''

دوسرے کی اصلاح حال کے بجائے اپنے اعمال پر نظر رکھو:

گویا رب ذوالجلال کا طے شدہ اصول ہے کہ اوروں سے اصلاح حال کی توقع رکھنے سے پہلے اپنے اعمال و کردار کی راست بازی اور اللہ و رسول کے احکامات کا پابند کرنا ہوگا۔ اگر اخلاق و اعمال میں حضورؐ کو اپنا اسوۂ بنا کر اسی کے مطابق زندگی گزارنے کا عزم کیا جائے۔ تو حاکم بھی دیندار، مشفق و مہربان ہوں گے۔ رحمتوں کا نزول ہوگا۔ اطمینان و سکون کی زندگی میسر ہو کر عبادات کی ادائیگی کا ذوق و شوق اور معاصی سے نفرت کا رجحان خود بخود پیدا ہوگا' ورنہ زبوں حالی کا یہ لامتناہی سلسلہ طویل سے طویل تر ہو کر جاری و ساری رہے گا۔

بہرحال خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردہ آیت میں رب العزت نے خلافت و امارت کیلئے جن شرائط و اوصاف کا ذکر فرمایا۔ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین ان شرائط پر سختی سے کاربند رہے تو خالق و مالک نے وعدہ کی پابندی کی صورت میں ان کے ذریعہ وہ کارہائے نمایاں رونما فرمائے جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا' عبرت اور نمونہ کے طور پر کچھ انعامات و اکرامات کا ذکر انشاء اللہ آئندہ ہوگا۔ یہی اصل اصول روز قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے ہے اگر وہ اپنے رب سے کئے ہوئے عہد کی پابندی کریں گے تو کامیابی و سرفرازی دارین' اگر عہد توڑ دیا تو ذلت و خواری۔

رب العزت ہمیں عمل اور ان عقل کو حیران کرنے والے واقعات سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ (امین)

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

جناب نصیر خان*

اُم المومنین حضرت عائشہؓ کا داعیانہ مزاج

کوئی بھی معاشرہ بنیادی طور' دو اکائیوں مرد اور عورت سے تشکیل پاتا ہے۔ معاشرے کی تمام برائیوں یا اچھائیوں کا سبب بھی یہی دو صنف ہوتے ہیں۔ اور ان سے متاثر بھی۔ گویا معاشرے کی بگاڑ اور تعمیر میں دونوں صنف برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ جب اس دنیا میں مبعوث ہوئے تو معاشرہ اعتقادی اور عملی دونوں قسم کی خرابیوں میں مبتلا تھا۔ ہمہ گیر معاشرتی انقلاب کے لئے ایک بھرپور تحریک کی ضرورت تھی جس میں مرد و عورت دونوں کا برابر کردار ہو۔ آپ نے اس مشن کے لئے جس ٹیم کی تربیت کی وہ صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ پر مشتمل تھی۔

صحابیات کا نمایاں ترین دستہ خود آپ ﷺ کی ازواج مطہرات پر مشتمل تھا۔ جنہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے فیض تربیت پایا اور معرکہ؛ حق و باطل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ کا کردار قائدانہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپؓ کی رفاقت کا عرصہ ایک حضرت سودہؓ کو چھوڑ کر سب ازواج سے زیادہ تھا۔ اور حضرت سودہؓ کی باری بھی آپ کو حاصل تھی۔ اس وقت آپ نوعمر تھیں جس میں طبعاً ذہانت و فطانت اور استفادہ کا ملکہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے صحبت نبوی سے بھرپور فکری اور عملی تربیت حاصل کی۔ اور مرتے دم تک رسول اللہ ﷺ کے مشن کے لئے کام کرتی رہیں۔ آپ کی زندگی تو ہر لحاظ سے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ لیکن اس میں دعوتی مساعی کا ایک نمایاں مقام ہے۔ جس کی تفہیم سے بھرپور عملی تحریک حاصل کی جاسکتی ہے۔ ذیل میں اس کی ایک مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے۔

اصلاح و تربیت کی کوششیں:

اصلاحی جدوجہد کا ایک پہلو افراد کی تعلیم و تربیت ہے۔ حضرت عائشہؓ اس اہم کام کے لئے ہمہ وقت چوکس رہتی تھیں۔ جب بھی کوئی غلط کام دیکھتی تو فوراً ٹوک دیتیں۔ اور قرآن و سنت سے اس کی تردید میں دلیل دیتیں' جو دعوت کا ایک کامیاب اسلوب ہے۔

ایک دن حضرت عائشہؓ حضرت صفیہؓ ام طلحہ کے پاس آئیں اور دیکھا کہ ان کی بیٹیاں بغیر چادر کے نماز پڑھ رہی ہیں حالانکہ وہ بالغ ہو چکی تھیں' تو فرمایا:

* ... علوم اسلامیہ؛ لیکچرار کلیہ معارف اسلامی؛ جامعہ کراچی

لا تصلين جارية منهن إلا في خمار أن رسول الله ﷺ دخل علي وكانت في حجري جارية فالقى علي حقوه فقال شقيه بين هذه وبين الفتاه في حجر أم سلمة فإني لا أراها إلاقد حاضت أولا أراها إلا حاضتا [1]

ان میں سے کوئی بغیر چادر کے نماز نہ پڑھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے' میرے پاس ایک لڑکی تھی (اور اسکے سر پر چادر نہیں تھی) آپ ﷺ نے مجھے اپنی لنگی دی اور کہا کہ اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا اس کو اور ایک ام سلمہؓ کی گود میں جو لڑکی ہے اس کو دے دو' کیونکہ میرے خیال میں وہ بالغ ہو چکی ہیں۔

حضرت ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ ان کی اپنے قبیلے والوں کے ساتھ زمین کے بارے میں لڑائی ہوگئی۔ جب وہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو آپؓ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

یا أبا سلمة! إجتنب الأرض فإن رسول الله ﷺ قال من ظلم قيد شبر أمن الأرض طوقه يوم القيامة من سبع أرضين [2]

ابو سلمہؓ ! زمین سے بچو' بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے حاصل کی۔ قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے اس کے برابر اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی۔

ایک دفعہ آپؓ کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن آپؓ کے پاس آئی۔ اس نے باریک اوڑھنی پہن رکھی تھی جس سے اس کا جسم جھلک رہا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے اس سے وہ اوڑھنی لے کر پھاڑ ڈالی اور تذکیر بالقرآن کرتے ہوئے فرمایا:

''کیا تم نے سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام نہیں پڑھے ہیں؟ پھر اس کو ایک موٹی اوڑھنی منگوا کر دے دی۔ [3]

ایک مرتبہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے ایک عورت کو دیکھا کہ چادر میں صلیب لگایا ہے تو فوراً منع کرتے ہوئے فرمایا:

إنزعي هذا من ثوبك فإن رسول الله ﷺ إذا رآه في ثوب قضيبه [4]

اپنے کپڑوں سے اس کو اتار دو۔ رسول اللہ ﷺ جب اس قسم کی چیزیں کپڑوں میں دیکھتے تو توڑ دیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک عورت ایک لڑکی کو ساتھ لئے حضرت عائشہؓ کے پاس آنے لگی' وہ لڑکی جھانجن پہنے ہوئے تھی۔ جن سے آواز آ رہی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو فرمایا: جب تک اسکے جھانجن کاٹ نہ دیئے جائیں' میرے پاس اسے ہرگز نہ لانا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس گھر میں گھنٹی ہو اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ [5]

ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو دیکھا کہ وہ وضو اچھی طرح نہیں کیا تو فوراً تنبیہ فرمائی اور حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا: یاعبدالرحمٰن أسبغ الوضوء فإني سمعت رسول الله ﷺ

یقول ویل للأعقاب من النار (۶)

اے عبدالرحمٰن! کامل طریقے پر وضو کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ گٹھوں کے لئے آگ ہے۔ (اگر وہ وضو میں خشک رہ جائے)

حضرت عائشہؓ کے مکان میں ایک کرایہ دار رہتا تھا اس کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتا ہے، سخت برآفروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر کے باہر نہ پھینک دو گے تو میں تمہیں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی۔ (۷)

ایک مرتبہ کچھ عورتیں حاضر خدمت ہوئیں تو آپؓ نے ان کو ہدایت کی مجھے مردوں کو ٹوکتے ہوئے شرم آتی ہے، اس لئے اپنے شوہروں کو آگاہ کرو کہ پانی سے طہارت حاصل کیا کریں کیونکہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ (۸)

جب حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت کے آخر میں فتنوں نے سر اٹھایا تو حضرت عائشہؓ اصلاح احوال کے لئے سرگرم ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک، نعلین اور کپڑے لوگوں کو نکال کر دکھائے اور کہا:

ما أسرع ما ترکتم سنة نبیکم (۹)　　تم لوگوں نے کتنا جلد اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دیا!

حاکم وقت کو نصیحت:

حکام کے سامنے سیدھی اور دوٹوک بات کہنے کے لئے بہت بڑی جراٴت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ کام جتنا مشکل ہے اتنا ہی زیادہ باعث اجر و فضیلت ہے۔ حضرت عائشہؓ کو صحبت نبویؐ کی وجہ سے یہ فضیلت بھی بدرجہ کمال حاصل تھی۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے درخواست کی آپؓ ان کو ایک مختصر اور نصیحت آموز خط لکھے تو حضرت عائشہؓ نے ان کو یہ خط لکھا:

سلام علیک اما بعد فانی سمعت من رسول الله ﷺ یقول من التمس رضا الله بسخط الناس کفاه الله مونة الناس ومن التمس رضا الناس بسخط الله وکله الله الی الناس والسلام علیک (۱۰)

السلام علیکم! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی مول لے کر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی تکالیف سے بتانے کے لئے کافی ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو رضا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ان کے سپرد کر دے گا۔

ایک حاکم وقت کیلئے اس خط میں اختصار کے ساتھ جامعیت، موزونیت اور جراٴت مثالی ہے۔

حضرت معاویہؓ کو ایک دوسرے خط میں آپؓ نے لکھا:

أما بعد فإن العبد اذا عمل بمعصیة الله عزوجل عاد حامده من الناس ذاماله (۱۱)

جو بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے اعمال کرے گا، وہ اسکی تعریف کرنے والوں کو اس کی مذمت کرنے والا بنا دے گا۔

جب زیاد نے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ حضرت حجر بن عدی نے بغاوت کر دی (کیونکہ وہ امراء کے ظلم وستم پر نکیر فرماتے تھے) اور ان کو حضرت معاویہؓ کی خدمت میں حاضر کیا تو حضرت معاویہؓ نے ان کو قتل کرایا۔ جب حضرت عائشہؓ حضرت معاویہؓ سے ملی تو ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

أما إتقيت الله يا معاويه في حجر بن عدي و أصحابه (۱۲)

اے معاویہ! کیا تمہیں حجر بن عدیؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے۔

ماحصل: یہ تو چند واقعات ہیں ورنہ حضرت عائشہؓ کی سیرت تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی برائی کے ساتھ بھی آپ کا رواداری کا نہیں تھا بلکہ اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا آپ اپنا فرض اولین سمجھتی تھیں۔ ضرورت اس امر کی ہے ہم بھی روشنی کے اس مینار سے اپنی زندگی کو روشن کریں۔

حوالہ جات

۱۔ مسند امام احمد، بیروت، دار أحیا التراث، ۱۹۹۳م، ح ۲۴۱۲۵

سنن ابوداؤد، ریاض مکتبہ دار الاسلام، ۱۹۹۹م، ح: ۶۴۲

۲۔ صحیح مسلم، ریاض، مکتبہ دار الاسلام، ۱۹۹۹م، ح: ۱۶۱۲

صحیح بخاری، ریاض، مکتبہ دار الاسلام، ۱۹۹۹م، ح: ۲۴۵۳، مسند ۲۵۶۹۲

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار احیا التراث العربی، ۱۹۹۴م، ج ۸، ص ۲۷۹

مالک، الامام: الموطاء، کراتشی، قدیمی کتب خانہ، کتاب الجامع، باب ما یکرہ للنساء لبسہ من الثیاب

(۴) مسند احمد: ۲۵۳۵۳ (۵) سنن ابوداؤد: ۴۲۳۱

(۶) مسند احمد: ۲۵۶۸۲ (۷) بخاریؒ، اسماعیل بن محمد، الامام، الادب المفرد، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۳م، ص ۳۵۴

(۸) مسند احمد: ۴۲۳۶۹ (۹) بلاذری: انساب الاشراف، فلسطین، یونیورسٹی آف یروشلم، ۱۹۳۶م، ج ۵، ص ۸۸

(۱۰) سنن ترمذی، ریاض، مکتبہ دار السلام، ۱۹۹۹م، ح: ۲۴۱۴

(۱۱) ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۵۵، ج ۲، ص ۱۵

ب۔ الاندلسی، ابن عبد ربہ، احمد بن محمد (م ۳۴۸ھ): العقد الفرید، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، ج ۱، ص ۵۶

(۱۲) السہیلی: عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الخثعمی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۷م، الروض الانف، ج ۳، ص ۳۶۶

نکتۂ نظر

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری*

موجودہ دور میں ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

(آخری قسط)

یہ مسئلہ آج کل وسیع پیمانے پر غور وفکر کا موضوع بنا ہوا ہے، فاضل مضمون نگار نے ایک نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ مزید غور وفکر اور مسئلہ پر سنجیدہ بحث یا مخالفت میں ''الحق'' کے صفحات حاضر ہیں۔...... (ادارہ)

انٹرنیٹ کا استعمال:

دینی مقاصد کے لئے انٹرنیٹ کے استعمال میں ٹی وی کے مقابلے میں کم اشکال ہے، کیونکہ انٹرنیٹ کے لئے تصویر ضروری نہیں، جبکہ ٹی وی کا بے تصویر، تصور نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اسلام کے معارف واشاعت، صحیح عقائد ونظریات کی ترویج اور باطل عقائد ونظریات کی تردید پر نیز فقہ وفتاویٰ کی سہولت کے لئے انٹرنیٹ کا استعمال بلاشبہ درست ہے۔

تصویر کا حکم:

رہی یہ بات کہ علماء حق کے بیانات اور قرآن کریم کی تلاوت وتفسیر با تصویر لانا۔ یہ بہر حال قابل غور وتامل ہے۔ کیونکہ ذی روح کی تصاویر کی حرمت کا مسئلہ بہت قدیم بھی ہے اور کم از کم ہند وپاک کے مستند علماء کا متفق علیہ بھی۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ لکھتے ہیں:

''تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم سے تصویر بنائی جائے، یا پتھر وغیرہ کا بت تراشا جائے، بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعہ تصویریں تیار ہوتی ہیں، خواہ وہ آلات قدیمہ کے ذریعہ ہو یا آلات جدیدہ فوٹو گرافی اور طباعت وغیرہ سے۔ کیونکہ آلات وذرائع کی تخصص، ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی، احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے۔ اس لئے، جیسے قلم، ذریعہ تصویر کشی ہے ایسے ہی طباعت اور آلات فوٹو گرافی ذریعہ تصویر سازی ہیں، بلکہ بلا واسطہ آلہ کے تو کوئی تصویر بھی نہیں بنتی۔ کیا قلم آلہ نہیں ہے۔ پھر آلات کے احکام مختلف ہونے کے کوئی معنی نہیں، اس بیان

* مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارکپور اعظم گڑھ (یوپی)

سے مسائل ذیل مستفاد ہوتے ہیں۔"

مسئلہ۔ جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے۔ (۱۱)

امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب شوافع اور ان کے علاوہ دیگر علماء کہتے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے، گناہ کبیرہ میں سے ہے، اس پر سخت وعید ہے جو کہ احادیث میں مذکور ہے۔ خواہ پامال تصویر بنائے یا غیر پامال۔ ہر حال میں تصویر بنانا حرام ہے۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کی نقل اتارنا ہے، اور خواہ، وہ کپڑے میں ہو یا فرش میں، یا درہم یا دینار یا پیسے یا برتن، یا دیوار وغیرہ میں۔ لیکن درختوں، اونٹ کے کجاوہ وغیرہ ایسی چیزوں کی تصویریں، جو ذی روح نہیں، ان کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے، یہ تو تصویر بنانے کا حکم ہوا۔ رہا ان چیزوں کا استعمال جن میں ذی روح کی تصویر بنی ہو، تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ دیوار پر معلق، یا پہنے ہوئے کپڑے یا عمامہ وغیرہ ایسی چیزوں میں ہو جو عادۃً ذلیل وحقیر نہیں سمجھی جاتیں تو ان کا استعمال حرام ہے۔ اور اگر پامال فرش یا کسی گدے اور تکیہ وغیرہ میں ہو جو عادۃً ذلیل و پامال ہوتے ہیں تو حرام نہیں۔ اور کیا اس قسم کی تصویریں بھی ملائکۂ رحمت کے گھر میں داخل ہونے سے مانع ہوتی ہیں؟ اس میں کلام ہے، ہم عنقریب انشاء اللہ، اسے ذکر کریں گے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ تصویریں مجسم ہوں، جنکا سایہ پڑتا ہے، یا مجسم نہ ہوں جن کا سایہ نہیں پڑتا۔ یہ ہے خلاصہ تصویر کے مسئلہ میں ہمارے مذہب کا۔ اور اسی کے قائل ہیں جمہور علماء بھی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے لوگ۔ اور یہی مذہب ہے سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا، اور بعض سلف نے کہا ہے کہ صرف ان تصاویر سے روکا جائے گا جو سایہ دار ہوں۔ اور ان تصویروں میں کوئی حرج نہیں جن کا سایہ نہ ہو۔ یہ مذہب باطل ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مصور پردہ سے انکار کیا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کرسکتا کہ اس کا استعمال مذموم ہے۔ حالانکہ اس میں غیر سایہ والی تصویر تھی۔ علاوہ ازیں وہ دیگر احادیث جو ہر قسم کی تصاویر کے بارے میں مطلق ہیں۔ امام زہریؒ نے فرمایا تصویر کی ممانعت علی العموم ہے، اسی طرح ان چیزوں کا استعمال جس میں یہ تصویریں ہیں، اور اس گھر میں داخل ہونا جن میں یہ تصویریں ہوں۔ خواہ کپڑے پر نقش کی صورت میں، یا پھر نقش کے، اور خواہ دیوار پر ہوں یا کپڑے یا فرش پر، پامال ہوں یا غیر پامال۔ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے خاص طور سے نمرقہ (گدے) والی حدیث جسے امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے۔ یہ مذہب قوی ہے، کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ جو تصویریں کپڑے پر نقش کے طور پر ہوں وہ جائز ہیں، پامال ہوں یا غیر پامال۔ دیوار پر لٹکے ہوں یا نہ لٹکے ہوں۔ ان حضرات نے ان تصاویر کو ناپسند کیا جو سایہ دار ہوں یا دیوار یا اس کے مشابہ چیزوں پر بنی ہوں، خواہ نقش ہوں یا ان کے علاوہ ان حضرات نے بعض احادیث میں آئے ہوئے الفاظ الا ما كان رقماً في ثوب سے استدلال کیا ہے۔ یہ قاسم بن محمد کا مذہب ہے۔ اور علماء نے اجماع کیا ہے

کہ سایہ دار تصویریں بھی منع ہیں اور انہیں بدل دینا واجب ہے۔ (۱۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

یہ احادیث، حیوان کی تصویر کی حرمت کے سلسلے میں صریح ہیں اور یہ کہ ایسا کرنا سخت حرام ہے یہی سارے علماء کا مذہب ہے۔ (۱۳)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، امام نووی کی سابقہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ سایہ دار اور غیر سایہ دار، ہر ایک کے سلسلے میں حرمت کی تعمیم ہر دلالت کرنے والی وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو مدینہ جائے اور وہاں جا کر کسی بت کو توڑے بغیر اور کسی تصویر کو بگاڑے بغیر نہ چھوڑے؟ اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو دوبارہ اس طرح کی چیز بنائے، اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ (۱۴)

علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

توضیح میں ہے ہمارے اصحاب اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے۔ اور وہ کبائر میں سے ہے۔ خواہ پامال تصاویر بنائے یا غیر پامال۔ ہر حال میں حرام ہے۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔ یہ تصاویر خواہ کپڑے میں ہوں یا فرش میں، دینار میں ہوں یا درہم و پیسے میں، برتن میں ہوں یا دیوار میں۔ لیکن وہ تصاویر جن میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو، مثلاً درخت وغیرہ کی تصویر، تو وہ حرام نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ سایہ دار اور بے سایہ دار، ہر قسم کی تصاویر کا ایک جیسا ہے، اس کی قائل ہے علماء کی ایک جماعت مالکؒ، ثوریؒ اور ابوحنیفہؒ وغیرہ۔ (۱۵)

مضحکہ خیز صورتِ حال:

ذی روح تصاویر کی حرمت کے بارے میں یہ عبارتیں بالکل واضح اور شافی وکافی ہیں، ان حالات میں علماء کرام کے لئے کیا وجہ جواز ہے کہ وہ اپنی تصویریں کھنچوائیں، اخبارات کو دیں، ٹی وی پر آئیں، انٹرنیٹ پر باتصویر پروگرام پیش کریں۔ مگر آج جو صورتِ حال ہے وہ یہ ہے کہ:

''اخبار والے تصویر مانگتے ہیں تو بڑے سے بڑا عالم اپنی جیب سے تصویر نکال کر اس کو دیتا ہے اور فتویٰ دیتا ہے کہ تصویر حرام ہے۔'' (۱۶)

''تصویر کا مسئلہ حقیقت میں عجیب نازک مسئلہ ہو گیا ہے، بایں معنی کہ ہم اس میں مبتلا ہیں اور بہت کم لوگ ہیں جو چہرہ پر رومال ڈال لیا کریں، یا مجلس چھوڑ کر چلے جائیں، ایسا شاذ و نادر ہے، اور دوسری طرف اگر فتویٰ پوچھا جائے تو ہم سب حرمت کی بات کہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر یہ جو دورخی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اس سے خود

اپنے ذہن پر بڑا بوجھ پڑتا ہے۔ کئی مواقع پر، ہمیں خاموش رہنا پڑتا ہے، اور اپنے بزرگوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ خاموش رہ گئے، کبھی ایسا لگتا ہے کہ ''سکوت عن الحق'' کا جرم تو ہم نہیں کرتے، کبھی ضرورت کی مجبوری سامنے آتی ہے، بہت صفائی کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذہن اس پر بہت پریشان رہتا ہے۔......... یہ میں ضرور چاہتا ہوں کہ ہم سب علماء اس پر غور کریں یعنی چند سوالات پر، کہ حرمت کا لفظ، ہمارے یہاں اس کے لئے ضروری شرائط کیا ہیں، کس کو ہم حرام کہہ سکتے ہیں، کس کو مکروہ کہہ سکتے ہیں، کس کو مکروہ تحریمی کہہ سکتے ہیں۔ کس کو ہم مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں۔ دلائل کی قطعیت اپنے ثبوت کے اعتبار سے اور دلائل کی قطعیت اپنی دلالت کے اعتبار سے۔ آپ سب کو معلوم ہوگا کہ لفظ حرام کا استعمال ہم کو کہاں کرنا چاہئے۔ اور کراہت کا کہاں اور کراہت تنزیہی کا کہاں اور اباحت کا کہاں، یہ جو احکام شرعی ہیں، اباحت، پھر استحباب اور پھر سنت کا درجہ اور پھر فریضہ اور واجب کا درجہ اور اسی طرح حرمت اور اس کے بعد کراہت تحریمی اور اس کے بعد کراہت تنزیہی، یہ جو مختلف مدارج ہیں احکام کے، یقیناً ہمارے سب علماء کی نظر میں ضرور ہوں گے۔ اور وہ اس کو بھی جانتے ہوں گے کہ کس لفظ کا کہاں استعمال ہوگا۔............ اس لئے علی الاطلاق نہ آپ جواز کی پوزیشن میں ہیں نہ علی الاطلاق بات حرمت کی کہنے کی پوزیشن میں ہیں، اس کو نوٹ کر لیجئے۔ یہ سب سوالات ابھر رہے ہیں، ان حالات میں مسئلہ تو تصویر کا ہے اور بہت نازک ہے اور یہ نزاکت مضحکہ خیز بنتی جاری ہے۔ (۱۷)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دارالعلوم دیوبند سمیت تمام مدارس اسلامیہ کے مفتیان کرام ٹی وی کی حرمت اور اس کو اچھے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے عدم جواز پر مشتمل جو فتاویٰ دیتے ہیں وہ بیشتر علمائے کرام کی سرگرمیوں سے میل نہیں کھاتے۔ آج بہت کم علمائے دین ایسے ہیں جو فوٹو گرافی سے اپنا دامن بچا پاتے ہیں۔ مدارس عربیہ میں تصویر کشی اب وبائی شکل اختیار کر گئی ہے۔ ہر حلقے اور طبقے کے اجتماعات اور کانفرنسوں میں علی الاعلان فوٹو گرافی اور ویڈیو گرافی ہوتی ہے بعض اجتماعات ٹی وی چینل پر دکھائے جاتے ہیں ان اجتماعات میں ملک کے ممتاز علماء اور ارباب افتاء شرکت فرماتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ علمائے کرام عملی طور پر ٹی وی کے استعمال کو جائز سمجھنے لگے ہیں مگر ابھی نظریاتی طور پر متفق نہیں ہو سکے۔

بہت سے ایسے مسائل ہیں جن پر ہمارے علماء نے سکوتی اجماع کر لیا ہے، سکوتی رائے سے قبول کر لیا ہے۔ بس زبانی طور پر اسے قبول کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں تصویر کا مسئلہ بھی ہے کہ جہاں بہت سے علماء، اگر ان سے پوچھئے کہ تصویر جائز ہے یا ناجائز، تو فوراً کہیں گے ناجائز ہے، لیکن جہاں تصویر کھینچی جارہی ہوگی وہاں پر رہیں گے بھی اور بہت سی تصویریں ایسی نظر آئیں گی جن کو دیکھ کر آدمی کہہ سکتا ہے کہ باقاعدہ اسے کھنچوایا گیا ہے، تو یہ دوہرا رویہ، میرا خیال ہے ختم ہونا چاہئے۔

تصویر کے مسئلے میں مذکورہ حقائق، تلخ ضرور ہیں۔ لیکن ان کے حقائق ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ اور

ظاہر ہے کہ اس سے علماء کرام کا وقار مجروح ہوتا ہے، اور اس دہرے معیار کی کوئی قابل قبول توجیہ نہیں پیش کی جاسکتی۔

سوال یہ ہے کہ یہ صورت حال، آخر کب تک باقی رہے گی؟ یا تو تمام مدارس دینیہ، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے اور تمام علماء کرام، خواہ کسی سطح کے ہوں، ممنوع تصویر کشی سے باز آجائیں اور سختی کے ساتھ اس پر کاربند ہوجائیں۔ اسی طرح تمام جماعتیں اور دینی ادارے اسے روبعمل لائیں، اور تصویر کشی وفوٹو کے متعلق جو فتاوے، کتب فتاویٰ میں موجود ہیں، یا پوچھنے پر، دیے جاتے ہیں، انہیں کے مطابق ان کی ظاہری زندگی ہو۔

کیا یہ ممکن ہے؟ تمام ارباب افتاء، علماء کرام اور مدارس کو اس پر غور کرنا چاہئے۔

حل کیا ہے؟

فوٹو کھینچنے اور کھنچوانے کے سلسلے میں خواص دین یعنی خود علماء کرام اور مدارس دینیہ کا جو ابتلاء عام ہے، اس کے حل کی ایک اور صورت بھی ہے، اس پر بھی غور کی ضرورت ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی کسی چیز کا ابتلاء عام بھی، اس پر از سر نو شرعی غور کا متقاضی ہوتا ہے۔

اس کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

جس زمانہ میں منی آرڈر سے روپے بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا، مفتیان کرام کے درمیان اس کے جواز اور عدم جواز کی بحث چھڑ گئی تھی، اس طرح کے کئی سوال و جواب امداد الفتاویٰ میں جلد سوم ص ۱۴۲ تا ص ۱۴۶ پر موجود ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ابتداءً اسے ناجائز قرار دیا۔ اس میں عموم بلویٰ کو بھی تسلیم نہیں کیا اور یہ بھی لکھا کہ:

''عموم بلویٰ طہارت ونجاسات میں مؤثر ہے، نہ کہ حلت اور حرمت میں۔''(۱۸)

لیکن دوسرے فتوے میں ابتلاء عام کو تسلیم کیا اور یوں لکھا:

''البتہ فیس کو اجرت، کتابت وروانگی فارم کی کہہ کر حرمت تفاضل کو رفع کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کراہت سفتجہ کے رفع کی کوئی وجہ خیال ہی نہیں آتی۔ گو ابتلاء عام کی وجہ سے دل ضرور چاہتا ہے کہ اس کی بھی کوئی وجہ نکل آوے۔ اور اکثر غور بھی کیا جاتا ہے۔ اور اس کا بھی انتظار رہتا ہے کہ کوئی دوسرے صاحب علم مطلع فرمادیں۔ حتی کہ اگر یہ بھی نقل صحیح سے معلوم ہوجائے کہ سفتج کے جواز کی طرف ائمہ رابعہ میں سے کوئی امام گئے ہیں تب بھی بضرورت اس پر عمل کرنے کو جائز کہا جاوے گا۔''(۱۹)

پھر تیسرے فتوے میں منی آرڈر کے جواز کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے اس لئے یہ تاویل کرکے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔''(۲۰)

دوسری مثال لاؤڈ اسپیکر کی ہے، اس کے آغاز میں بھی جائز وناجائز کی گفتگو شروع ہوئی تھی۔ چنانچہ اس ذیل میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ اپنے رسالہ ''آلۂ مکبر الصوت کے شرعی احکام'' کے مقدمہ میں تحریر

فرماتے ہیں:

''یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوا تھا، جبکہ نہ آلۂ مکبر الصوت کے استعمال میں ابتلاء عام تھا۔ اور نہ اس کی حقیقت کا پورا انکشاف ہوا تھا۔ اس میں اس آلہ کے نماز میں استعمال کی ممانعت کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ جو نماز اس کی مدد سے ادا کی جائے وہ نماز فاسد ہے۔ اس وقت بھی بعض اکابر علماء نے فساد نماز کے حکم سے اختلاف کیا تھا۔ مگر حکم فساد میں ایک احتیاط کا پہلو تھا اس لئے فوری طور پر اس معاملہ میں زیادہ بحث ونظر کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ اس کے بعد جب اس کا استعمال دنیا کی عام مساجد میں، بالخصوص حرمین میں ہونے لگا اور حجاج وزائرین کو ابتلاء شدید پیش آیا تو اطراف عالم کے سوالات اور تقاضوں سے اس کی ضرورت شدید ہوتی چلی گئی کہ اس پر غور وفکر اور بحث ونظر کر کے اگر اصول فقہیہ کے ماتحت کوئی گنجائش نکلتی ہے تو عام مسلمانوں کی نمازوں کو فاسد کہنے کے بجائے رخصت وگنجائش سے کام لیا جائے۔ چنانچہ استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ اور احقر ناکارہ نے مسئلہ کے ہر پہلو پر اپنی مقدرت وبصیرت کی حد تک دوبارہ غور کیا۔''

پھر آگے تحریر ہے کہ دوبارہ غور کا نتیجہ، لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ ادا کی گئی نمازوں کے عدم فساد کا تھا۔

ان دونوں مثالوں سے درج ذیل باتیں واضح طور پر سامنے آئیں:

۱- ابتلاء عام کے وقت کسی مسئلہ پر دوبارہ غور کر کے جواز کی راہ تلاش کرنا معیوب نہیں۔ اکابر علماء سے ثابت ہے۔

۲- اگر کسی معاملے میں مسلمانوں کے خواص وعوام سبھی مبتلا ہوں، اور اس سے خلاصی کی صورت ممکن نظر نہ آتی ہو تو سب کو گنہگار قرار دینے کے بجائے قواعد فقہیہ کے ماتحت رخصت وگنجائش سے کام لینا چاہئے۔

۳- اس سلسلے میں ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام کے قول کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

<u>تصویر کے معاملہ میں گنجائش کی صورت:</u>

اب دیکھنا یہ ہے کہ تصویر کے معاملے میں گنجائش کی صورت کیا ہے۔

اس بحث کے آغاز میں تصویر کی دو قسمیں بیان کی گئی تھیں:

۱- مجسمہ ۲- غیر مجسمہ　مجسمہ یعنی سایہ دار (ذات ظل)..........اور غیر مجسمہ یعنی غیر سایہ دار وغیر ذات ظل۔

فوٹو خواہ کیمرہ سے لیا گیا ہو، یا ٹی وی یا انٹرنیٹ پر آئے، وہ سب غیر ذات ظل (غیر سایہ دار) میں داخل ہے۔ اور غیر سایہ دار تصویر مالکیہ کے یہاں جائز ہے۔ الموسوعة الفقهية میں ہے:

(قول ثانی اور یہی مالکیہ اور بعض سلف کا مذہب ہے اور حنابلہ میں سے ابن حمدان نے اسی کی موافقت کی ہے وہ یہ کہ تصویر اس وقت تک حرام نہیں جب تک اس میں چند شرائط نہ جمع ہو جائیں۔ پہلی شرط ہے کہ ایسے انسان یا حیوان کی تصویر ہو جس کا سایہ پڑتا ہے، یعنی جسم رکھنے والی مورتی ہو۔ پس اگر مسطحہ ہو تو اس کا بنانا حرام نہیں ہے، جیسے وہ

تصویریں جو دیوار یا ورق یا کپڑے پر منقوش ہوں۔ لیکن مکروہ ہوگا۔ (۲۱)

اسی کتاب میں دوسری جگہ پر ہے:

مالکیہ اور جن کا ان کے ساتھ ذکر کیا گیا، ان کا مذہب یہ ہے کہ مسطحہ تصاویر کا بنانا مطلقاً مع الکراہت نہیں لیکن اگر تصاویر پامال ہوں تو کراہت نہیں بلکہ خلاف اولیٰ ہوں گی۔ اور کراہت اس وقت زائل ہو جائے گی جب کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس کے بغیر زندگی باقی نہیں رہتی۔ (۲۲)

امام نوویؒ شارح مسلم لکھتے ہیں:

بعض سلف نے کہا ہے کہ تصاویر سے اس وقت منع کیا جائے گا جب سایہ دار ہوں، بے سایہ کی تصاویر میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ مذہب باطل ہے۔ (۲۳)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ وہ تصاویر جائز ہیں جو کپڑے میں نقش کی صورت میں ہوں۔ خواہ پامال ہوں، یا غیر پامال، دیوار میں لٹکی ہوئی ہوں، یا نہ لٹکی ہوئی ہوں۔ اور ان تصاویر کو ناپسند کیا ہے جو سایہ دار ہوں، یا دیواروں میں بنی ہوئی ہوں۔ یا ان کے مشابہ ہوں، خواہ نقش ہوں یا ان کے علاوہ۔ ان حضرات نے اس سلسلہ میں، تصویر کے باب میں وارد بعض احادیث کے الفاظ الارقمافی ثوب سے استدلال کیا ہے۔ یہ مذہب قاسمؒ بن محمد کا ہے۔ (۲۴)

اس سے معلوم ہو کہ امام نوویؒ نے سابقہ عبارت میں جس مذہب کو باطل قرار دیا ہے، وہ مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک فقیہ قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ کا مذہب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ، قاسم بن محمدؒ کے مذہب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اور امام نوویؒ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس مذہب کو ابن ابی شیبہؒ نے قاسم بن محمدؒ سے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں ''ابن عون سے مروی ہے کہ میں قاسم کے یہاں آیا، وہ اس وقت اپنے مکہ کے بالائی علاقہ والے گھر میں تھے، میں نے ان کے گھر میں ایک پردہ دیکھا جس میں قندس اور عنقاء کی تصویریں تھیں۔ پس امام نوویؒ کا، قاسم بن محمدؒ کے مذہب کو باطل کہنا قابل اشکال ہے .... اور قاسم بن محمدؒ فقہائے مدینہ میں سے ایک ہیں اور اپنے زمانہ کے افضل افراد میں ہیں، انہوں نے ہی نمرقہ والی حدیث روایت کی ہے۔ لہٰذا اگر وہ مصور پردہ جیسی چیزوں کی رخصت نہ سمجھتے تو اس پردہ کے استعمال کی اجازت نہ دیتے۔ (۲۵)

حضرت قاسم بن محمدؒ کے مذہب کی تائید، صحابی رسول حضرت زید بن خالد جہنی کے عمل سے بھی ہوتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں ہے۔

بسر بن سعید، زید بن خالد سے وہ حضرت ابوطلحہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہوتی ہے، بسر کہتے ہیں کہ پھر جب زید بیمار ہوئے تو ہم ان کی عیادت کو گئے تو دیکھا کہ ان کے دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہوا ہے جس میں تصویریں ہیں، میں نے عبید اللہ، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پروردہ تھے (اور اس وقت میرے ساتھ تھے) سے کہا کہ کیا زید نے ہمیں پہلے ان تصویروں کے بارے میں حدیث نہیں بیان کی تھی؟ عبید اللہ نے جواب دیا ''کیا تم نے ان کی روایت کا وہ جملہ نہیں سنا تھا الا رقما فی ثوب۔''(۲۶)

امام طحاویؒ نے مختلف سندوں سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر ایک آدمی کی تصویر تھی جو تلوار لٹکائے ہوئے تھا، حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ قائد جنگ فارس کی انگوٹھی پر ایک بارہ سنگھے کی تصویر تھی جس کے اگلے دستوں میں سے ایک مڑا ہوا تھا، دوسرا کھلا ہوتھا، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر دوسارس کی تصویر تھی، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر دو شہد کی مکھیوں کی تصویر تھی۔

انہیں آثار و دلائل سے، اکثر علمائے عرب بھی متاثر ہیں۔ وہ غیر سایہ دار تصاویر کے جواز کے قائل ہیں، چنانچہ سید سابق نے فقہ السنۃ ۲/ ۵۸ پر اس قسم کی تصاویر مع فوٹو گرافی کو جائز لکھا ہے اور علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں

جہاں تک تصویر شمسی ''فوٹو گرافی'' کا تعلق ہے تو اصل اس میں اباحت ہے، البتہ اگر تصویر کا موضوع ہی کوئی حرام شے ہو تو تصویر مباح نہ ہوگی، مثلاً تصویر والے کی دین کے طرز پر تقدیس کرنا، یا اس کی دینوی تعظیم، خاص طور سے اس وقت جبکہ وہ شخص کفار فساق میں سے ہو، جیسے بت پرست، کمیونسٹ اور دین بیزار فنکار۔(۲۸)

فتح الباری ۱۰/ ۴۷۵، عمدۃ القاری ۲۲/ ۴۷ اور نووی شرح مسلم ۲/ ۱۹۹ دیکھنے سے انداز ہوتا ہے کہ خود امام مالکؒ کا وہی مسلک ہے جو جمہور کا ہے، اور وہ بھی سایہ دار و غیر سایہ دار ہر قسم کی تصاویر کی حرمت کے اسی طرح قائل ہیں جسطرح امام ابو حنیفہؒ و امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ، لیکن مالکیہ اپنے امام کے خلاف غیر سایہ دار تصاویر کے جواز کی طرف گئے ہیں

بہر حال مجموعی اعتبار سے یہ مذہب مرجوح ہے، خواہ مالکیہ نے اختیار کیا ہو یا حضرت قاسم بن محمدؒ نے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں:

لیکن اس سلسلے میں وارد ساری احادیث کے جمع کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مذہب مرجوح ہے۔(۲۹)

مذکورہ ساری تفصیلات کو نظر میں رکھتے ہوئے ارباب افتاء غور فرمائیں کہ تصویر کے موجودہ ابتلاء عام جس میں دین کے اخص الخواص افراد بھی مبتلا رہتے ہیں اس مذہب مرجوح کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اسی سے انٹرنیٹ پر علماء حق کے باتصویر بیان کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ٹی وی اور انٹرنیٹ کو دینی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ضرورت کیوں ہے؟

ٹی وی پر مخرب اخلاق پروگرام کے علاوہ دین و مذہب کو خراب کرنے و دین حق سے بدگمان کرنے والے

، دین حق کے بارے میں شک وشبہ پیدا کرنے والے پروگرام چلاتے ہیں اور اسی قسم کی کیسٹیں تیار کر کے عوام میں پھیلاتے ہیں۔ اسلام کے تعارف کے کام پر کئی باطل فرقوں نے بھی یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔

ٹی وی سے زیادہ خراب صورت حال انٹرنیٹ کی ہے اس میں یہ چیزیں اور بھی زیادہ ہیں یہودی تنظیموں، عیسائی مشنریوں، فرقہ پرست ہندو تنظیموں اور قادیانیوں وغیرہ سبھی نے انٹرنیٹ میں اپنے اپنے پروگرام ڈال رکھے ہیں ان سب کا پہلا نشانہ اسلام، اسلامی عقائد اور مسلمان ہیں۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ایسے ٹی وی چینل کھولے جائیں جن سے ان حملوں کا دفاع کیا جاسکے اور جس محاذ سے یہ حملے ہورہے ہیں اسی محاذ سے دفاع کیا جائے، اور اسلام کا مثبت پیغام دنیا تک پہونچایا جائے۔
بقول بعض مفکرین مغربی ممالک نیز مسلم ممالک میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لئے اس قسم کے نظم ونظام کی کافی افادیت محسوس کی جارہی ہے، بلکہ اس کے مطالبے ہورہے ہیں اس لئے کہ ریڈیو وٹی وی وغیرہ سے سب کی دلچسپی گانے اور تماشوں کی وجہ سے ہی نہیں ہوتی بلکہ بہت سے سلیم الفطرت لوگ اپنی ذہنی الجھنوں کا حل اور روحانی علاج بھی چاہتے ہیں ایسے لوگ ان ذرائع کے واسطہ سے نشر کی جانے والی اسلامی تعلیمات سے اسلام کی سچائی تک پہونچ سکتے ہیں اور پہونچتے ہیں۔ (۳۰)

اور انٹرنیٹ کے متعلق صورت حال یہ ہے کہ انٹرنیٹ میں جہاں ایک طرف علم ومعلومات کا بے شمار خزانہ ہے تو دوسری طرف لغو فحش، عریانیت اور غلاظت سے بھرپور مواد کی بھی کمی نہیں ہے مغربی معاشرہ انٹرنیٹ کے ذریعہ تیزی سے پھیلتے ہوئے ان اخلاقی جراثیم کو روکنے سے قاصر ہے، اور اب یہی جراثیم ہمارے گھروں پر بھی دستک دے رہے ہیں۔ انٹرنیٹ کا استعمال اعلی اخلاقی وسماجی اقدار کو قائم کرنے میں کس طرح مؤثر ہو، تاکہ ہماری نوجوان نسل اخلاق باختگی کی شکار نہ ہوسکے۔ یہ آج کے دور کا سب سے بڑا چیلنج بن گیا ہے۔ ہمارے اہل نظر علماء اور دانشور حضرات کو اس امر پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ انٹرنیٹ، سائنس اور ٹکنالوجی کی بالادستی اور ہمہ جہت اقتدار کے نتیجہ میں جو نظام وجود میں آچکا ہے اس کی بنیاد میں کسی فوق الفطرت ہستی کی حاکمیت، روحانیت، خدا پرستی اور للٰہیت کے لئے کوئی گنجائش اور اعلیٰ اخلاقی وسماجی اقدار کے یقین کے لئے کوئی مسئلہ باقی ہے یا نہیں؟ اس امر کی یقین دہانی نہایت ضروری ہے کہ ہماری نوجوان نسل انٹرنیٹ کے مثبت پہلو سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے اور اس کے منفی پہلو سے حتی الامکان اپنے کو بچا کر رکھتے ہوئے ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں اہم رول ادا کرسکے۔" (۳۱)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی علماء کرام کو اس جانب متوجہ کیا ہے، فرماتے ہیں:
"موجودہ دور میں اسلام دشمن طاقتوں نے جس طرح ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹیلی ویژن کو اسلام کے خلاف مکروہ اور شرانگیز پروپگنڈے کا ذریعہ بنالیا ہے، تو اس کے دفاع کیلئے ہمیں بھی اسلامی چینل قائم کرنے چاہئیں، اور اسلام کا

مثبت پیغام دنیا تک پہونچانا چاہئے۔ تاہم اس جانب اقدام کرنے سے پہلے مسئلہ کے تمام علمی و عملی پہلوؤں کا جائزہ لینا اور اجتماعی موقف اپنانا ضروری ہوگا۔''(۳۲)

حواشی

۱۔ آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۲۸

۲۔ فتاویٰ رحیمیہ ۲۶۹/۶

۳ احسن الفتاویٰ ۳۰۴/۸

۴۔ فتاویٰ معاصرہ ۶۹۴/۱

۵۔ الدرالمختار ۲۴۷/۵ کتاب الحظر والاباحۃ

۶۔ ردالمختار علی الدر المختار ۲۴۷/۵

۷۔ الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی ۹۷/۱

۸۔ امداد الفتاویٰ ۲۴۶/۴

۹۔ درج بالا سطور میں جو باتیں لکھی گئی ہیں، وہ حضرت تھانویؒ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ امداد الفتاویٰ جلد چہارم صفحہ ۲۵۰ و صفحہ ۲۵۱ پر الجواب سے جو مضمون شروع ہوا ہے، جس میں ابتدا اردو میں ہے، پھر آخر تک عربی میں ہے، اور یہی حصہ زیادہ ہے، ان دونوں حصوں کے مضمون کے خلاصہ کو راقم الحروف نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

۱۰۔ انفاس عیسیٰ ص ۳۶۸۔

۱۱۔ جواہر الفقہ ۲۲۳/۳

۱۲ نووی علی السلم ۱۱۹/۲

۱۳۔ نووی علی السلم ۲۰۱/۲، ۲۰۲

۱۴۔ فتح الباری ۴۷۰/۱۰

۱۵۔ عمدۃ القاری ۷۰/۲۲

۱۶۔ انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ ص ۲۰۰ تقریر مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

۱۷۔ کتاب مذکور ص ۲۰۲ تقریر مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

۱۸۔ امداد الفتاویٰ ۱۴۳/۳

۱۹۔ کتاب مذکور ص ۱۴۵

۲۰۔ کتاب مذکور ص ۱۴۶

۲۱۔ الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۰۱/۱۲ التصویر۔

۲۲۔ کتاب مذکور ۱۰۷/۱۲

۲۳۔ نووی علی المسلم ۱۹۹/۲

۲۴۔ نووی علی المسلم ۸۹۹/۲

۲۵۔ فتح الباری ۴۷۵/۱۰

۲۶۔ صحیح بخاری ۸۸۱/۲، مسلم ۲۰۰/۲، نسائی ۲۹۹/۲

۲۷ الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۰۹/۱۲ بحوالہ معانی الآثار للطحاوی ۲۶۳/۴ تا ۲۶۶

۲۸ الحلال والحرام فی الاسلام ص ۱۱۳

۲۹۔ فتح الباری ۴۷۴/۱۰

۳۰۔ انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ ص ۲۷

۳۱۔ انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ ص ۲۲

۳۲۔ ماہنامہ ندائے شاہی مارچ ۲۰۰۴ء

دار الافتاء

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

غائبانہ نمازِ جنازہ کا شرعی حکم

محترم ومکرم مفتی صاحب۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ‘ مودبانہ گزارش ہے کہ آنجناب کو معلوم ہے کہ جناب عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہیدؒ نے غازی علم الدین شہیدؒ کی تاریخ کو زندہ کرتے ہوئے توہین رسالتؐ کے مرتکب توہین آمیز کارٹون بنانے والے اس زہریلے شخص کو سبق سکھا کر کیفر کردار تک پہنچا دیا ہے۔ ناموس رسالت ﷺ پر مر مٹنے کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ جرمن انتظامیہ کے بے انتہاء ظلم وستم اور بے پناہ تشدد کی وجہ سے اِس غیور مجاہد نے شہادت کا پیالہ نوش فرمایا۔ پاکستان میں مختلف مقامات پر اظہار عقیدت اور بعض سیاسی جماعتوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے مرحوم کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ اخبار نے اس کو عنوان بنا کر با تصاویر شائع کیا۔ دریافت مسئلہ یہ ہے کہ اسلام اور فقہ حنفی میں اس نماز جنازہ کی کوئی حیثیت ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی رو سے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ اس غائبانہ نماز جنازہ پڑھانے والوں میں بعض حنفی علماء کرام بھی ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

اسلامی تعلیمات کی رو سے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمانوں پر چند ایسے حقوق ہیں جن کی ادائیگی دوسرے مسلمانوں پر لازم ہے۔ ان حقوق میں سے ایک حق کسی مسلمان کے مرجانے کے بعد اس پر نماز جنازہ پڑھنا بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ اس کی عیادت کرنا‘ اس کے نماز جنازہ میں شریک ہونا۔ اس کی دعوت کو قبول کرنا۔ گویا کسی مسلمان پر نماز جنازہ پڑھنا اس کے حقوق ہی میں داخل ہے۔

علماء احناف کثر اللہ سوادھم اور علماء مالکیہ کے ہاں نماز جنازہ میں میت کا امام کے سامنے حاضر اور موجود ہونا ضروری ہے‘ علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے وشرطها ايضاً حضوره (ووضعه) وكونه هوأ واكثره (امام المصلى) وكونه للقبلة فلا تصح على غائب ومحمول على نحو دابة وموضوع خلفه الخ (الدرالمختار علی صدر ردالمحتار ۲/۲۰۸)

اور علامہ حسن الشرنبلالی لکھتے ہیں والرابع (حضورہ أو حضور اکثر بدنہ أو نصفہ مع رأسہ (مراقی الفلاح علی صدر طحطاوی ۲/۲۲۳) عمدۃ الفقہ میں لکھا ہے کہ میت کا وہاں موجود ہونا' پس غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں ہے (بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۷/۴۷) معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی صحت کیلئے میت کا امام کے سامنے ہونا ضروری ہے۔ اسلئے ان حضرات کے ہاں غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بیسوں صحابہ کرام اور خود آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیہؓ کا جب انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے۔ مگر اسکے باوجود آپ ﷺ نے ان کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھایا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو غزوہ بدر میں جانے سے روکا تھا اور پھر مال غنیمت میں اس کیلئے حصہ بھی مقرر فرمایا تھا لیکن جب سیدہ رقیہؓ انتقال کر گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اسکا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا حالانکہ ان صحابہ کرام اور سیدہ رقیہؓ کے ساتھ تو آنحضرت ﷺ کی کوئی کدورت نہ تھی جسکی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے ان پر نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھی ا، رانکو اپنی رحمت سے محروم کر دیا۔ یقیناً یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ مشروع و جائز نہیں ہے ورنہ اس وقت ایسا کوئی خاص عذر مانع بھی نہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو ان پر غائبانہ نماز پڑھنے سے روکے۔ رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت کیلئے شان یہ ہے کہ حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم (الآیۃ) اور یہ ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی شان رحمت کے منافی اور خلاف کوئی کام کریں' مگر رسول اللہ ﷺ کا قصداً ارادۃً بلا کسی عذر کے ان سب کی غائبانہ جنازہ نہ پڑھنا اور نماز جنازہ سے احتراز فرمانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ یہ امر مشروع نہیں۔

مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے لکھا ہے کہ جب بیر معونہ کا مشہور حادثہ پیش آیا تو ستر (۷۰) قراء صحابہ کو دشمنان اسلام نے دھوکہ سے اپنے ساتھ لے جا کر بڑی بیدردی سے سب کو شہید کر دیا۔ حضور ﷺ کو اس سے بہت ہی صدمہ ہوا۔ ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھی مگر ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ غزوہ موتہ میں خود حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ ، جعفر بن ابی طالبؓ ، عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر دی ان کے لئے دعا مغفرت کی مگر غائبانہ نماز نہیں پڑھی' اگر غائبانہ نماز جنازہ کا عام حکم ہوتا تو آپ ﷺ ہر ایک کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے اور آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہؓ پڑھتے مگر اس کا صحیح طور پر ثبوت نہیں لہذا اب کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھے اگر پڑھے گا تو یہ خلاف سنت ہوگا۔ (فتاوی رحیمیہ ۷/۴۶)

"اسی طرح عمدہ الفقہ میں ہے۔ میت کا وہاں موجود ہونا...... پس غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نجاشی اصحمہ شاہ حبشہ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی ہے۔ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے سے جنازہ کے درمیان کے پردے اللہ تعالیٰ نے ہٹا دیئے اور اس کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے کر دیا۔ دوسرے لوگ اس کو نہیں دیکھ رہے تھے تو آپ ﷺ کا امام ہو کر اس کی نماز جنازہ حاضر میت پر ہوا اور صحابہؓ کا آپ ﷺ کی

اقتداء کرنا اگر چہ وہ میت کو نہ دیکھ رہے ہوں جائز ہوا اس میں کوئی مانع نہیں اگر غیر موجود میت پر نماز جنازہ جائز ہوتی تو حضور ﷺ ان صحابہ کرامؓ کی نماز جنازہ غائبانہ ضرور پڑھتے جو کثیر تعداد میں آپ ﷺ سے دور فوت ہوئے اور دفن ہوئے۔ حالانکہ باوجود آپ ﷺ کے نماز جنازہ پر بہت حرص فرمانے کے اور باوجود حکم الہیٰ کے ان صلوتک سکن لھم اور آپ ﷺ نے فرمایا لایموتن احدمنکم الاآذنتمونی به فان صلوتی علیه رحمة له کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہوا پس کسی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا درست نہیں ہے' اور جن لوگوں نے حدیث نماز جنازہ بادشاہ حبشہ نجاشی سے سند پکڑ کر اس کا رواج ڈالا ہے یہ غلط اور غیر مشروع ہے۔ (عمدۃ الفقہ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۴۷/۷) اور تقریباً یہی بات علامہ زیلعیؒ لکھتے ہیں: ویدل علی ذلک ان النبی ﷺ لم یصل علی غائب غیرہ وقدمات من الصحابة خلق کثیر وھم غائبون عنه وسمع بھم فلم یصل علیھم الا غائبا واحداً (نصب الرایۃ ۲۹۱/۲) اور اسی طرح علامہ عینیؒ نے بھی لکھا ہے' ملاحظہ ہو (عمدۃ القاری ۱۷۲/۸) اور شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے لکھا ہے کہ ویدل علی ھذا انه لم ینقل انه کان یصلی علی کل الغائبین غیرہ (اوجزالمسالک ۴۴۵/۲)

اور یہی رائے احناف کے علاوہ اکثر علماء کی ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں' چنانچہ لامع الداری میں ہے' وقالت الحنفیة والمالکیة لاتشرع ونسبه ابن عبدالبر إلی اکثر العلماء وقال ابن رشد اکثر العلماء علی انه لایصلی الاعلی الحاضر...... وقال الشیخ ابن القیم لم یکن من ھدیه ﷺ الصلوٰۃ علی کل میت غائب فقد مات خلق کثیر من المسلمین وھم غیب فلم یصل علیھم (لامع داری ۱۲۱/۲) امام بخاریؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور اسی کو راجح سمجھتے ہیں اسلئے کہ انہوں نے تو حدیث نجاشی کو ذکر کیا ہے' مگر آپؒ نے باب اس حدیث کے مطابق صلوۃ علی الغائب نہیں باندھا' اور امام بخاریؒ کا اصول یہ ہے کہ جب وہ حدیث شریف میں ذکر شدہ مسئلہ پر ترجمۃ الباب نہیں باندھے تو وہ اس مسئلہ کے ہاں راجح نہیں ہوتا۔ چنانچہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ لکھتے ہیں فالاوجه عند ھذا الضعیف ان الامام البخاری مال فی ھذہ المسئلة الی قول الحنفیة والمالکیة واشار بباب الصفوف علی الجنازۃ الی توجیھم المشھور ان الجنازۃ کانت مشاھدۃ ولذالم یبوب بباب الصلوٰۃ علی الغائب مع وجود الحدیث عندہ وقد تقدم فی الاصل الخامس والستین من اصول التراجم ان الامام البخاری قد لا یترجم علی مسئلة فی الحدیث لعدم رویة بذلک (لامع داری ۱۲۲/۲)

البتہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز بلکہ مسنون ہے۔ لیکن ان مذاہب کے بڑے

بڑے اہل علم وفتویٰ اور درجہ اجتہاد پر فائز حضرات بھی یہ جواز اطلاقی نہیں بلکہ ضرورت اور مقید بالشروط ہیں۔ مثلاً شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ الصواب ان الغائب ان مات ببلد لم یصل علیه فیه صلی علیه صلوٰۃ الغائب کما صلی النبی ﷺ علی النجاشی لانه مات بین الکفار ولم یصل علیه وان صلی علیه حیث مات لم یصل علیه صلوٰۃ الغائب لان الفرض قد سقط بصلوٰۃ المسلمین علیه (بحوالہ اوجز المسالک ۲/۴۴۵) یعنی یہ غائبانہ نماز جنازہ اس وقت جائز ہے جب کوئی مسلمان دارالشرک میں فوت ہو چکا ہو۔ اور وہاں اس پر نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ ہو ورنہ اگر اس پر نماز جنازہ پڑھا جا چکا ہو تو پھر اس پر غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔

شیخ الحدیثؒ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں امام احمدؒ کے مذہبی اقوال میں مذکورہ بالا قول راجح اور صحیح ہے' والاقوال ثلثة فی مذهب احمد واصحها هذا التفصیل والمشهور عند اصحابه الصلوٰۃ علیه مطلقاً (اوجز المسالک ۲/۴۴۵) اسی طرح علامہ خطابیؒ غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کی یہ شرط بیان کرتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ اس پر جائز ہے کہ جس جگہ میت کا انتقال ہوا ہو اور وہاں کوئی اس پر نماز جنازہ پڑھنے والا موجود نہ ہو۔ شافعیہ میں سے علامہ رویانیؒ نے بھی اس قول کو پسند کیا ہے۔ (درس ترمذی ۳/۲۹۹) اور اسی کو علامہ ابن رشد قرطبیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔ لامع میں ہے کہ واما اختاره شیخ الاسلام ابن تیمیة من التفصیل به جزم الخطابی والیه مال ابن رشد فی مقدماته والیه میل الامام ابی داؤد اذ ترجم علی حدیث الصلوٰۃ علی النجاشی بباب الصلوٰۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک (لامع داری ۲/۱۲۲)

علامہ خطابیؒ ابن تیمیہؒ وغیرہ حضرات کے مذکورہ قول کی تائید مسند ابی داؤد طیالسی' سنن ابن ماجہ اور مسند احمد کے ذکر کردہ روایت سے ہوتی ہے کہ عن حذیفة بن اسیدؓ ان النبی ﷺ قال ان أخاکم مات بغیر أرضکم فقوموا فصلوا علیه اور ابن ماجہ کے الفاظ ہیں۔ عن حذیفة بن اسید أن النبی ﷺ خرج لهم فقال صلوا ها أخ لکم مات بغیر ارضکم قالوا من هو؟ قال النجاشی (اعلاء السنن ۸/۲۸۵) اور بعض حضرات کے ہاں جائز تو ہے مگر اسی دن یا اس کے قریب قریب وقت میں جس دن میت کا انتقال ہو چکا ہو۔ کما قال العینی واجازة بعضهم اذا کان فی یوم الموت او قریب منه (حاشیہ فیض الباری ۲/۴۷۰)

اور امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کی شرط یہ ہے کہ مصلی کی نسبت سے میت جانب قبلہ ہو لہذا اگر میت کا علاقہ مصلی کی نسبت سے قبلہ کی جانب مخالف میں ہو تو غائبانہ نماز جائز نہ ہوگا۔ (درس

ترمذی ۳/۲۹۹) اور شوافع میں علامہ ابن قطانؒ فرماتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا تو جائز ہے مگر اس سے فرض کفایہ ساقط نہیں ہوتا چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ماحکی عن ابن القطان أحد اصحاب الوجوہ من الشافعیة انه قال یجوز ذلک ولا یسقط الفرض (فتح الباری ۲/۱۴۷) مذہب شافعیؒ واحمدؒ کے ارباب علم کے اقوال سے معلوم ہوا کہ یہ جواز مطلق نہیں بلکہ ضرورت کے تحت ہے۔ اور ضرورت کے تحت جو امر ثابت ہو جائے اس کو متعدی نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک ان ایک دو واقعات کا تعلق ہے جن سے غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت بظاہر ملتا ہے۔ وہ روایات درحقیقت معلول ہیں۔ اسلئے کہ جبکہ سنت مستمرۃ غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ہے اور اصول یہ ہے کہ ایک دو جزئی واقعات کی وجہ سے سنت مستمرہ نہیں چھوڑی جاسکتی ہے اور خصوصاً جب ان واقعات کے وجوہ اور اسباب بھی معلوم نہ ہوں

کماقال العلامة انور شاہ الکشمیریؒ و بالجملة لاتترک سنة فاشیة مستمرة لاجل الوقائع الجزئیة التی لم تنکشف وجوھھا ولم قدر أسبا سبھا (فیض الباری ۲/۴۷۰) لہذا جہاں تک ان دلائل کا تعلق ہے جن کو غائبانہ نماز جنازہ کے جواز میں پیش کیا جاتا ہے' تو ان کے جوابات درجہ ذیل ہیں۔

<u>مجوزین حضرات کے دلائل:</u> جو حضرات غائبانہ نماز جائز سمجھتے ہیں ان کی بنیادی دلیل یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ عبدالمسیح اصحمہ شاہ نجاشی پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھایا تھا۔ عن ابی ھریرة قال نعی النبی ﷺ الی اصحابه النجاشی ثم تقدم فصفوا خلفه فکبر اربعاً (صحیح بخاری ۱/۱۷۶) عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ ﷺ علی النجاشی فکنت فی الصف الثانی او الثالث (صحیح بخاری ۱/۱۷۶)

الجواب: لیکن اس روایت کے بہت سارے جوابات دئے گئے ہیں۔ اولاً تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت نجاشیؒ کی خصوصیت تھی کہ آنحضرت ﷺ نے ان پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی' اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی اور پر کبھی بھی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ جیسا کہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے۔

ومن الاعتذرات ایضاً ان ذلک خاص بالنجاشی لأنه لم یثبت انه ﷺ صلی علی غائب غیرہ۔ (اعلاء السنن ۸/۲۸۳) اور علامہ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ وقال الحنیفة والمالیکة لاتشرع وانھم قالوا ذلک خصوصیته ودلائل الخصوصیة واضحة (اوجز المسالک ۲/۴۴۵) اور علامہ خطابیؒ نے لکھا ہے کہ وقد ذھب بعض العلماء إلی کراھة الصلوٰة علی المیت الغائب زعموا أن النبی ﷺ کان مخصوصاً بھذا الفعل (عمدۃ القاری ۲/۱۷)

اور شیخ الحدیثؒ نے لکھا ہے واجیب ایضاً بان ذلک خاص بالنجاشی لاشاعة انه مات مسلماً او استئلاف قلوب الملوک الذی اسلموا فی حیاته (اوجز المسالک ۲/۴۴۵)

اورعلامہ بدرالدین العینیؒ لکھتے ہیں: وقع في كلام ابن بطال تخصيص ذلك بالنجاشي فقال بدليل إطباق الأمة على ترك العمل بهذا الحديث قال ولم اجد لأحد من العلماء اجازة الصلاة على الغائب الا ماذكره ابن زيد عن عبدالعزيز بن أبي سلمة فانه قال اذا استوذن انه غرق اوقتل اوأكله السباع ولم يوجد منه شئي صلى عليه كما فعله بالنجاشي وبه قال ابن حبيب وقال ابن عبدالبر اكثر اهل العلم يقولون ان ذلك مخصوص به (حاشیہ فیض الباری/۴۷۰)

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ جنازہ غائبانہ نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے تمام حجابات ہٹائے گئے تھے اور پھر آنحضرت ﷺ نے نجاشی پر نماز پڑھائی۔ چنانچہ علامہ الواحدیؒ بلا اسناد حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔ قال كشف للنبي ﷺ سرير النجاشي حتى راه وصلى عليه اورعلامہ ابن حبانؒ عمران بن حصینؓ سے روایت کرتے ہیں عن عمران بن حصين فقاموا وصفوا خلفه وهم لايظنون الاأن جنازة بين يديه ۔ اورابوعوانہ سے منقول ہے عن عمران بن حصينؓ فصلينا خلفه ونحن لانرى الاان الجنازة قدامنا اس معلوم ہوا کہ نجاشی پر جنازہ پڑھاتے وقت نجاشی کی نعش آنحضرت ﷺ کے سامنے تھا' اور جواز نماز کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

<u>اعتراض:</u> البتہ اس جواب پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ مجمع بن جاریہؓ فرماتے ہیں قصففنا خلفه صفين ومانرى شيئاً (فتح الباری۳/۱۸۹) کہ ہم آپ ﷺ کی اقتداء میں دوصف بنائی اور ہم نے کچھ نہیں دیکھا' تو عمران بن حصینؓ کیسے کہتے ہیں کہ جنازہ آنحضرت ﷺ کے سامنے تھا۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے ممکن ہے کہ یہ نجاشیؒ کے جنازے سے یہ حجابات بعض حضرات کے حق میں تو اٹھائے گئے ہوں تو ممکن ہے کہ حضرت مجمعؓ ان حضرات میں سے ہو جن کے حق میں حجابات باقی ہوں (کمافی عمدۃ القاری) اور علامہ عثمانیؒ نے بھی یہی لکھا ہے والتوفيق كما افاده الشيخ بانها كشفت لبعض دون بعض (اعلاء السنن/۲۸۳)

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ مانرى شيا کا تعلق مقتدیوں سے ہے کہ ہم مقتدیوں کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا' اس میں آنحضرت ﷺ کی نفی نہیں۔ اور جواز صلوٰۃ جنازہ کیلئے اتنا بھی کافی ہے کہ میت امام کو نظر آئے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں لكن أجاب بعض الحنفية عن ذلك بماتقدم من أنه يصير كالميت الذى يصلى عليه الامام وهويرا' ولايراه المأمون فانه جائز اتفاقاً (فتح الباری۲/۱۴۷)

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مجبوراً اور ضرورت کے تحت اس کا جنازہ پڑھایا تھا' اسلئے کہ آپؓ ایسی جگہ پر تھے کہ وہاں اس پر نماز جنازہ پڑھانے والا موجود نہیں تھا۔ دوم اس نے اخر تک اپنا ایمان بھی چھپائے رکھا تھا تو

اس مجبوری کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اس پر نماز پڑھی ہے تا کہ اس کے ایمان کی اشاعت ہو جائے۔

کما قال العینیؒ و جواب أخر أنه من باب الضرورة لأنه مات بأرض لم يقم فيها عليه فريضة الصلوة فتيعن فرض الصلوة لعدم من يصلي عليه ثم (شرح ابی دائود ۱۵۲/۶) اور عمدۃ القاری میں مزید لکھتے ہیں: وقال الخطابي النجاشي رجل مسلم قد امن برسول الله ﷺ وصدقه على نبوته الا انه كان يكتم ايمانه الخ (عمدۃ القاری ۱۷۲/۸)

چوتھا جواب: اور ایک جواب یہ بھی ہے نجاشی پر جنازہ سے مراد صلوۃ حقیقی نہیں بلکہ دعا ہے کما قال الحصكفي و صلاة النبي ﷺ على النجاشي لغوية قال ابن عابدين قوله لغوية أي الدعا (ردالمختار ۲۱۹/۲) اور علامہ عینیؒ نے مصنف کے حوالہ سے حضرت حسنؒ بصری کا قول نقل کیا ہے۔ وفي المصنف عن الحسن انما دعاله ولم يصل وعلى هذه افلا اشكال ولا جواب (اوجز المسالک ۴۴۶/۲)

دوسرا استدلال: مجوزین حضرات کا دوسرا استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ بن معاویہ المزنیؓ پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھایا ہے چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں۔ روى الطبراني في معجمة الاوسط و كتاب (مسند الشاميين) من حديث أبي امامة قال كنا مع رسول الله ﷺ بتبوك فنزل جبريلؑ فقال يارسول الله ان معاوية بن معاوية المزلي بالمدينة أتحب ان تصلي عليه

الجواب (۱) مگر اس روایت سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں اس لئے اس روایت کی سند مین علاء بن زیاد ہے اور اس کے بارے میں علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں یہ راوی احادیث وضع کیا کرتا تھا' شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے لکھا ہے ولكن لايصح فان في الاسناد العلاء بن زياد ويقال يزيد قال علي بن المديني انه يضح الحديث. قال النوويؒ في الخلاصة و العلاء هذا ابن زيد ويقال ابن يزيد اتفقوا على ضعفه قال البخاري وابن عدي وابو حاتم هو منكر الحديث (شرح ابی داؤد للعینی ۵۳/۶)(اوجز المسالک ۴۴۵/۲)

دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اگر چہ معاویہ بن معاویہ المزنی کی نماز جنازہ پڑھائی ہے لیکن حضرت معاویہؓ کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے تھا اور وہ تمام حجابات ختم ہو چکے تھے جو آپ ﷺ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان تھے چنانچہ علامہ عینیؒ نے لکھا روى حديث الطبراني في معجمة الاوسط وكتاب الشاميين من حديث أبي امامة قال كنا مع رسول الله بتبوك فنزل جبريلؑ فقال يارسول الله ان معاوية بن معاوية المزني. مات بالمدنية أتحب ان تطوى لك الارض

فتصلی علیه ؟ قال نعم فضرب بجناحه علی الارض ورفع له سریره فصلی علیه وخلفه صفان من الملائکة فی کل صف سبعون الف ملک ثم رجع (عمدۃ القاری ۱۷۳/۸) اور الاصابہ میں حافظ ابن حجرؒ نے طبرانی' ابن مندہ اور بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

عن أنس بن مالک قال نزل جبرئیل علی النبی ﷺ فقال یا محمد مات معاویة بن معاویة المزنی اتحب أن تصلی علیه قال نعم فضرب بجناحیه فلم یبقی أکمة ولا شجرة الاتضعضعت فرفع سریره حتی نظر إلیه فصلی علیه وخلفه صفان من الملائکة کل صف سبعون الف ملک (الاصابة)

اور ایک اور روایت میں فوضع جبرئیل جناحه الایمن علی الجبال فتواضعت حتی نظرنا الی المدینة (اعلاء السنن ۲۸۴/۸) بلکہ ایک اور روایت میں ہے قال جبرئیل فهل لک ان تصلی علیه فأقبض لک الارض قال نعم فصلی علیه (اعلاء السنن ۲۸۴/۸)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ بن معاویہ المزنیؓ کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے تھا اور جنازہ کے جواز کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جنازہ امام کے سامنے ہو مقتدی جنازہ دیکھے یا نہ دیکھے' مقتدیوں کا دیکھنا ضروری نہیں: کما قال ابن عابدینؒ حتی صلی علیه الصلوة والسلام بحضرته فتکون صلوٰة من خلفه علی میت یراه الامام و بحضرته دون الماموین وهذا غیر مانع من الاقتداء (ردالمحتار ۲۰۹/۲) اور شیخ الحدیثؒ نے لکھا ہے فتکون صلوٰته کصلوٰة الامام علی میت رأه ولم یره المامون ولاخلاف فی جوازها (اوجز المسالک ۴۴۵/۲)

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت معاویہؓ المزنی کی خصوصیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یا جبرائیل بم نال معاویة هذه المنزلة ؟ قال یحب قل هو الله احد وقرأته ایا ها جائیا وذاهبا وقائماً وقاعداً وعلی کل حال (اعلاء السنن ۲۸۴/۸)

اور یہ روایت جو مجوزین حضرات پیش کرتے ہیں بذات خود حضرت معاویہؓ کی خصوصیت پر دال ہے اس لئے کہ اگر غائبانہ نماز جنازہ مشروع ہو تو پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سوال اتحب أن تصلی علیه ؟ وضربه بجناحیه بعد قول نعم کا کیا مطلب۔ اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت معاویہؓ کی خصوصیت ہے اس لئے یہ روایت ہمارے لئے حجت ہے۔ ہمارے اوپر نہیں (اعلاء السنن ۲۸۴/۸)

اب اس پوری تفصیل سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوا ہوگا کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں' جو ایک دو واقعات دور نبوی ﷺ میں رونما ہو چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے' اولاً تو چونکہ وہ جزئی واقعات ہیں اس لئے وہ کلی حکم کے لئے مستدل نہیں بن سکتے اگر ایسا ہو سکتا تو پھر ایک آدمی کی گواہی بھی جائز ہونی

چاہیے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حزیمہؓ کے اکیلے گواہی کو حل مقدمہ میں دلیل اور حجت سمجھ کر قبول فرمایا تھا۔ لیکن ان کے علاوہ مقدمہ میں صرف ایک آدمی کی گواہی مقبول نہیں ہوگی' اور نہ ایک آدمی کی گواہی پر دعویٰ ثابت ہوسکتا ہے' تو جس طرح حضرت حزیمہؓ کی ایک فرد کی گواہی دو کے قائم مقام ہے اور یہ اس کی خصوصیت ہے اور یہ حکم دوسروں کی طرف متعدی نہیں ہوسکتا تو اسی طرح غائبانہ جنازہ بھی ان دو حضرات کی خصوصیت ہے اس لئے ان واقعات سے کلی حکم کے لئے استدلال درست نہیں۔ ثانیاً درحقیقت یہ دونوں نماز جنازہ غائبانہ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور میت کے درمیان حائل تمام حجابات ہٹا دیئے تھے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ سے جب مکہ مکرمہ میں کفار مکہ نے بیت المقدس کے بارے میں دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور بیت المقدس کے درمیان تمام حجابات ہٹا دیئے اور بیت المقدس کو آپ ﷺ کے سامنے کردیا اور آپ اس کو دیکھ کر کفار کے تمام سوالات کے جوابات دیتے رہے' تو اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ میتوں کو آپ ﷺ کے سامنے کردیا گیا' اور آپ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ ادا فرمائی جس پر ذکر شدہ روایات دال ہیں اور نماز جنازہ کی صحت کے لئے اتنا ہی کافی ہے مقتدیوں کو جنازہ نظر آنا ضروری نہیں اس لئے یہ حقیقتاً غائبانہ نماز جنازہ نہیں تھے۔

ثالثاً اگر غائبانہ نماز جنازہ ہو بھی تب بھی آنحضرت ﷺ نے عذر کی وجہ سے ایسا کیا اس لئے کہ حبشہ میں اس پر نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ تھا۔ اس نے اپنا ایمان بھی ظاہر نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ایمان کی اشاعت اور فرض کفایہ کی تکمیل کے لئے نماز جنازہ پڑھائی تو اس ضرورت کے تحت کئے گئے عمل کو کلی حکم کے لئے مستدل نہیں بنایا جاسکتا اس لئے کہ الضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ اور یہاں پر یہ ضرورت بھی نہیں اس لئے کہ شہید عامر عبدالرحمٰن چیمہ صاحبؒ کا جنازہ اس کے آبائی گاؤں میں پڑھایا جاچکا ہے۔ اور وہ فریضہ ادا ہوچکا ہے' اس لئے اب اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ بعض لوگ اس کو ایصال ثواب سمجھتے ہیں مگر یہ نظریہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ ایصال ثواب کیلئے اور بھی بہت سارے اعمال موجود ہیں' لہٰذا جو ایصال ثواب کتاب وسنت سے ثابت ہے اس کو اختیار کیا جائے۔ غائبانہ نماز جنازہ کتاب وسنت سے ایصال ثواب کیلئے مشروع نہیں ہے بلکہ جو حضرات اسکے جواز کے قائل ہیں ان کیلئے یہ ایک مسنون عمل ہے صرف ایصال ثواب کے لئے نہیں جس کی وضاحت جواب میں مذکورہ ہوا ہے۔ اور اگر اس سے سیاسی مقاصد کا حصول یا عوام الناس کی توجہ حاصل کرنا ہو تو اس کیلئے بھی بہت سارے ذرائع اور اسباب ہیں جن کو اختیار کرتے ہوئے سیاسی مقاصد اور عوام کی توجہ حاصل کی جاسکتی ہے کسی غیر ثابت شدہ اور غیر مشروع عمل کو لوگوں میں مشہور کرکے شہرت حاصل کرنا اور اختلاف اور بے جا گفتہ وشنید کا دروازہ کھولنا اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔ اور یہ بات کسی بھی صاحب علم پر مخفی نہیں کہ بلاضرورت دوسرے مذہب کے قول پر عمل تو کجا اپنے مذہب کے اندر مرجوح قول پر عمل کرنا اس پر فتویٰ دینا ناجائز اور خرق للاجماع ہے اسلئے اس طرح کے اعمال سے پرہیز کیا جائے۔

حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا سفر ایران

امام مسلمؒ کے دیس خراسان (ایران) میں چند روز

(قسط۔۱)

جدی المکرم والمحترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ العزیز کے قائم فرمودہ عظیم دینی مرکز جامعہ دار العلوم حقانیہ کی جڑیں اور شاخیں اس وقت بلاد عرب وعجم افریقہ ویورپ میں پھیل چکی ہیں۔ یہاں سے فارغ التحصیل فرزندان نے ان بلاد میں مدارس کے جال بچھا کر یہ بات ثابت کردی کہ اصلها ثابت وفرعها فی السماء. آج حقانیہ کے اثرات دنیا بھر میں دیکھے اور محسوس کئے جاسکتے ہیں۔

اگر فردوس بروئے زمین است ہمیں است وہمیں است ہمیں است

یقیناً یہ سب کچھ جدی المکرم کیلئے باقیات الصالحات اور ہم حقانیین کیلئے باعث عزت وصد تکریم کا مقام ہے۔ گزشتہ دنوں دار العلوم حقانیہ کے فرزندان مولانا سید محمد ابراہیم فاضلی حقانی، مولانا محمد سعید فاضلیؒ اور مولانا سید محمد فاضلی کے قائم کئے ہوئے مدارس جامعۃ الاحناف شہرستان تایباد، دار العلوم تعلیم القرآن والسنۃ شورک خراسان ایران کی جلسہ دستار بندی وختم بخاری شریف میں شرکت کیلئے دار العلوم حقانیہ کا ایک وفد جس کی قیادت دار العلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ رئیس جمعیۃ علماء اسلام کر رہے تھے ایران کے دورے پر گیا۔ مولانا سید محمد ابراہیم فاضلی اوران کے دیگر برادران کا کئی ماہ سے مسلسل یہ اصرار تھا کہ آپ حضرات اس جلسہ ختم بخاری ودستار بندی میں ضرور بالضرور شرکت کرینگے اسلئے کہ یہ حقانیہ ہی کی شاخیں ہیں۔ آخری مرحلے پر اسکے بھائی مولانا سید محمد فاضلی خود براستہ افغانستان پاکستان دعوت نامے دینے اور اس دورے کے پروگرام کو حتمی شکل دینے کیلئے پہنچے۔

اس وفد کے دیگر اراکین میں دار العلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سید شیر علی شاہ مدظلہ، بندہ محمد عرفان الحق اظہار حقانی مدرس دار العلوم حقانیہ اور مولوی سید صاحب حسین شاہ پشاوری شامل تھے۔ اس دورے کی تفصیل پیش کرنے سے قبل مملکت ایران کے سرسری حالات پیش خدمت ہیں۔

<u>ایران کے سرسری حالات:</u> ایران کا قدیم نام ''پرلیس'' یا ''پرشیا'' تھا مشہور رومن ادیب پلاوئس نے بھی ایک

جگہ پرشیا لکھا ہے۔ پرشیا سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں کے باشندے پرشین کہلاتے تھے یعنی عہد قدیم کا پرس اور فارس کا اطلاق اسی خطے پر ہوتا ہے۔

لفظ ایران اریانہ سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے اریاؤں کی سرزمین یہ ساسانیوں کی سلطنت کے مرکزی حصے کا نام تھا جو اپنے آپ کو شاہان ایران وانیران سے ملقب کرتے تھے۔

اساطیری روایات کے رو سے ھوشنگ بن کیومرث نے اپنے ملک کا نام ایران لکھا اور جب اس کا بیٹا پارس تخت نشین ہوا تو یہ ملک پارس کہلانے لگا۔

عہد اسلامی میں شاہنامہ کے ذریعے جب قدیم روایات کا احیاء ہوا تو ایران کا قلم پھر مقبول ہو گیا سعدی کہتا ہے۔

ع بگفت اے خداوند ایران وتور — کہ چشم بد از روزگار تو دور

ہندوستان اور بالخصوص دور مغلیہ کے فارسی ادبیات میں اکثر ایران اور کشور ایران ہی کا نام ملتا ہے۔ بظاہر انیسویں صدی ہی میں اہل ایران نے خود کو ایرانی کہلوانے پر اصرار شروع کیا۔ ۱۹۳۵ء میں سرکاری طور پر اس ملک کا نام ایران قرار پایا۔

<u>جغرافیائی جائزہ:</u> موجودہ ایران کا رقبہ چھ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع میل ہے اور 25 و 40 عرض بلد شمالی، 44 و 63.30 درجے طول بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔ ملک کا ایک بڑا حصہ ریگستان ہے۔ یہ ملک زیادہ تر خشک سطح مرتفع اور مشرقی سرحد کے سوا باقی اطراف میں پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ شمالی پہاڑ اٹھارہ ہزار سات سو فٹ تک بلند ہیں

ایران کے مختلف خطے ایک دوسرے سے بالکل مختلف خصوصیات کے حامل ہیں۔ اسی لئے تاریخ کے طویل ادوار میں بڑی حد تک ان میں سیاسی وحدت کا فقدان رہا ان خطوں کو مشرقی اور مغربی دو مجموعوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جنہیں وسطی ایران کا دشت کو ہر ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے یہ دشت عملی طور پر بحیرہ خزر سے جنوب مشرقی جانب علاقہ مکران میں بحر ھند تک پھیلا ہوا ہے۔

<u>مذہب و مسلک:</u> ایران کے باشندوں کا سواد اعظم فرقہ شیعہ امامیہ سے تعلق رکھتا ہے اور جعفری عقیدے کا پیرو ہے۔

<u>ایران میں اسلامی دور:</u> حضرت عمرؓ کے عہد خلافت (۱۳ھ تا ۶۳۴ء تا ۲۳ھ مطابق ۶۴۴ء) سے ایران کی تاریخ میں اسلامی دور کا آغاز ہوا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قبل وہ پاستشنائے مکران وکابل خراسان میں بلخ کے قریب قریب اور بحستان زرنج وغیرہ تک پہنچ گئے تھے۔ ایران کو اسلامی رنگ دینے میں عمر بن عبدالعزیز اور ھشام کی مالی حکمت عملی کو خاصا دخل تھا۔

ایران جدید: ۱۳ ردسمبر ۱۹۲۵ء کو مجلس ملی کے فیصلے کے مطابق رضا خان پہلوی کے شہنشاہ ایران ہونے کا اعلان ہوا اور ۲۵ راپریل ۱۹۲۶ء کو اس کی تاج پوشی کی رسم باضابطہ اداء کی گئی۔ تقریباً 53 برس تک ملک کا سلسلہ شہنشاہیت و جمہوریت کے درمیان اسی طرح چلتا رہا۔ اس کے بعد آیت اللہ خمینی اور ایران کے لوگوں نے وہاں پر انقلاب برپا کیا۔ جو آخر کار 11 رفروری 1979ء کو فتح یاب ہوا۔ اور ایران کے دو ہزار پانچ سو سالہ شہنشاہیت نے دم توڑ دیا۔ خمینی کے وفات کے بعد آیت اللہ خامنہ ای اس کا جانشین ہوا ہے۔ ملک میں ایک رہبر ہوتا ہے جو کہ پورے ملک کا گویا کہ ہائی کمان ہے اور اس کے نیچے پھر صدارتی نظام ہے۔

آج کل ایران تیرہ صوبوں میں منقسم ہے جن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) گیلان (۲) مازندان (۳) مشرقی آزربائیجان (۴) مغربی ازربائیجان (۵) کرمان شاہ (۶) خوزستان (۷) فارس (۸) کرمان (۹) خراسان (۱۰) اصفہان (۱۱) کردستان (۱۲) سیستان و بلوچستان (۱۳) وسطی صوبہ مشتمل بر تہران و سمنان۔

اہل ایران کا سب سے بڑا پیشہ زراعت ہے اہم ترین فصلوں میں گندم، چاول، نیشکر، کپاس، دالیں، تمباکو،، روغنی بیج اور چائے شامل ہیں۔ پھل بھی بافراط پیدا ہوتے ہیں۔ خصوصاً انگور، بادام، پستہ وغیرہ۔

حصول ویزہ: حصول ویزہ ایران میں ہمیں کوئی خاص دقت نہیں اٹھانی پڑی۔ اس لئے کہ پشاور میں تعینات ایرانی قونصلر جنرل جناب حسن ایمانی کے ساتھ عم محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور میرے پرانے روابط تھے۔ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کیلئے تو ویزہ لینے کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے کہ ان کا پاسپورٹ آفیشل تھا اس پر صرف انٹری ہوتی ہے جبکہ باقی وفد کے اراکین کیلئے ایرانی قونصلیٹ نے ۳۲۶ اروپیہ فی کس فیس کے ساتھ دس دنوں کا ویزہ دے دیا۔

مسقط روانگی: اسلام آباد اور پشاور سے ایران کے لئے براہ راست کوئی بھی فلائٹ نہ تھی اسلئے ہم نے اس سفر کیلئے گلف ائیر لائن کا انتخاب کیا گلف ائیر لائن کا روٹ ایران کے لئے پشاور سے مسقط، مسقط سے بحرین اور بحرین سے مشہد تھا۔ پشاور سے فلائٹ صبح ۶:۳۰ تھی اس لئے ہمیں پروگرام کے مطابق علی الصبح نکلنا تھا لیکن نماز فجر کی ادائیگی اور سامان کی برابری میں ہم لیٹ ہوگئے اس لئے میں نے احتیاطاً موبائل فون سے پشاور کے VIP لاؤنج کو مطلع کیا کہ اس فلائٹ سے مولانا سمیع الحق صاحب ۳ دیگر ساتھیوں کے ہمراہ جارہے ہیں آپ گلف ائیر سے بورڈنگ پاس نکلوائیں تقریباً ۶ بجے کے قریب ہم ائیر پورٹ پہنچے تو سول ایوی ایشن کا ایک نمائندہ بلال خٹک جو جہانگیرہ کا رہنے والا تھا ہمارا منتظر تھا اس نے ہمیں بتایا کہ آپ کے بورڈنگ پاس میرے پاس ہیں۔ امیگریشن اور ٹکٹ کٹوانے کے لئے

چلے مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا شیر علی صاحب کو لاونج میں بٹھا کر میں اور صاحب حسین پاسپورٹ اور ٹکٹیں لے کر گئے ہماری امیگریشن ایک پنجابی خاتون نے کی اس نے امیگریشن کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ آپ ایران جارہے ہیں کیا آپ جعفری ہیں؟ میں نے جواب میں کہا کہ کیا اگر کوئی جعفری نہ ہو تو وہ ایران نہیں جاسکتا؟ ہم سنی ہیں اور وہاں اہلسنت (سنیوں) کے ایک جلسہ دستار بندی میں شرکت کے لئے جارہے ہیں اس خاتون نے مولانا سمیع الحق صاحب کے پاسپورٹ کو ٹٹولتے ہوئے کہا کہ اس پر تو ایران کا ویزہ نہیں میں نے اسے سمجھایا کہ آفیشل پاسپورٹ پر ایران کا ویزہ لینا ضروری نہیں ہوتا بلکہ صرف انٹری ہوتی ہے گویا کہ ہماری امیگریشن حکام کی حالتِ زار یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو امیگریشن کیلئے بٹھاتے ہیں جو ان بنیادی باتوں سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔

اس کے بعد اس خاتون نے ہمارے پاسپورٹوں پر خروج لگوایا اور مزید چیک کرنے کے لئے آگے ایک مرد آفیسر کے پاس بھیجے۔ اس دوران جہاز کی بورڈنگ مکمل ہوچکی تھی ہمیں بھی جہاز پہنچایا گیا۔

پشاور سے مسقط جانیوالے جہاز GF 437 پر ہماری نشستیں بالترتیب A1، B1، C1، D1 تھیں۔ پشاور سے فلائٹ بروقت روانہ ہوئی۔ دوران پرواز ایک معمر شخص ہمارے قریب آیا جو ڈیرہ اسماعیل خان کا رہنے والا تھا اور پوچھا کہ کیا عمرے کا احرام پشاور سے باندھنا ضروری تھا؟ میرے پاس تو ابھی تک احرام نہیں۔ میں نے اسے سمجھایا کہ ابھی ہم مسقط جائیں گے وہاں ائیرپورٹ سے آپ احرام خرید لیں اور غسل کرکے وہی سے باندھ کر نیت کرلیں اور یا میقات پر جب جہاز گزرے گا تو آپ کو مطلع کیا جائے گا وہی سے نیت کرلینا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر و قابل صد افسوس ہے کہ گلف ائیر لائن جسے عرب اور اسلام کی تہذیب و تمدن کا آئینہ دار ہونا چاہئے تھا وہ مغربیت کے سیلاب میں اس طرح بہہ چکا ہے کہ اس میں تواضع کرنے والی ائیر ہوسٹسوں نے جو لباس زیب تن کئے ہوئے تھا اسے لباس کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ کاسیاتِ عاریات والی حدیث ان پر فٹ تھی۔ اقبال بھی آزادی نسواں کا فریادی ہے۔

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہہ کر بنوں اور بھی معتوب پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند

مسقط کے مقامی وقت کے مطابق ہم وہاں صبح کے 8 بجے پہنچے یہاں سے ہماری اگلی منزل بحرین تھی اور بحرین کی فلائٹ میں ابھی ۳ گھنٹے تھے لہذا ہمیں مسقط ائیرپورٹ کے لاونج میں انتظار کرنا پڑا لاونج میں ڈیوٹی فری مارکیٹ خریداروں کو اپنی طرف رغبت دلا رہی تھی تاہم ہر چیز کی قیمت بلا مبالغہ پاکستان سے ۱۰ گنا زیادہ تھی جبکہ نام ڈیوٹی فری کا تھا یہاں شراب کی درجنوں قسمیں سرعام بیچنے کے لئے الماریوں میں لگائیں گئیں تھیں۔ قرآن کریم کے اس حکم سے علی الاعلان روگردانی تھی کہ انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه لعلكم تفلحون۔

ایک اسلامی ملک کے ائیر پورٹ پر یہ تماشا دیکھ کر سر شرم سے جھک گیا۔ ؎

گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہاں میخانہ ہر کوئی بادہ خوار ہوگا

یہاں میں نے پاکستانی ۱۰۰ روپے تبدیل کئے تو ۶۰۰ پیسہ عمانی دیئے گئے مارکیٹ کا چکر لگانے کے بعد ہم کرسیوں پر بیٹھے تو ایک پاکستانی نوجوان جو ۲۵ برس کے لگ بھگ تھا آیا اور عمرے کے ارکان اور شرائط کے بارے میں پوچھا اور سوال یہ بھی کیا کہ کیا عمرے میں یہ شرط ہے کہ یہاں سے جو وضوء کیا جائے تو جب تک عمرہ مکمل نہ ہو وہ وضوء توڑا نہ جائے؟ اس پر ہم نے بے اختیار ہنس کر اس کو سمجھایا کہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں یہاں سے غسل اور وضوء کر کے نیت کرلو پھر ضرورت ہو تو وضوء توڑ سکتے ہو۔ تاہم دوران ادائیگی عمرہ باوضوء رہنا شرط ہے۔ اس لڑکے کی والدہ بھی اس کے ہمراہ عمرہ کے لئے جارہی تھی۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے پاکستانی بڑی محنت تگ ودو اور پوری عمر صرف کرنے کے بعد پیسے بچا بچا کر عمرہ وحج کے لئے روانہ ہوتے ہیں لیکن مسائل حج وعمرہ کا کوئی ادراک نہیں ہوتا۔ نہ باقاعدہ حکومتی سطح پر اس کا کوئی انتظام کیا جاتا ہے۔ عمرہ کے دیگر مسائل بھی مولانا سمیع الحق مدظلہ اور مولانا شیر علی شاہ صاحب نے انہیں سمجھایا۔ میں نے اس نوجوان سے درخواست کی کہ آپ خوش قسمت ہیں دوران ادائیگی عمرہ مقامات مقدسہ پر ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اس وقت رسول اقدس ﷺ کا وہ جملہ مبارکہ جو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو عمرے پر جاتے ہوئے کہا تھا لاتنسانا من دعاءک یا اخیی ، میرے دل ودماغ پر ثبت تھا۔

ع ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر جب دربار میں آئے

<u>مسقط سے بحرین روانگی:</u> یہاں سے ہمارا بورڈنگ ٹائم **10:30** بجے اور ڈیپارچر ٹائم **11** بجے تھا لیکن اچانک **10:25** پر لاؤنج میں اعلانات شروع ہوئے کہ بحرین جانے والے مسافرین عرفان الحق اور اس کے رفقاءً جہاز پر سوار ہونے کے لئے فوراً پہنچے ورنہ تو بورڈنگ کلوز کر دی جائے گی۔ ہم جلدی جلدی لاؤنج سے نیچے ہال میں پہنچے تو وہاں سول ایوی ایشن کے نمائندے ہمارے نام پکار رہے تھے قریباً **10:30** بجے ہم جہاز پر بیٹھ چکے تھے۔ **10:35** پر **GF069** روانہ ہوا۔

فلائٹ کی قبل از وقت روانگی پر نہایت تعجب ہوا اس لئے کہ یہ بین الاقوامی قوانین، ضوابط اور اصول کے خلاف تھا۔ تاہم اس بات کی خوشی بھی تھی کہ چلو اس طرح ہم اپنی منزل سے قریب تر ہو جائیں گے۔ مسقط اور بحرین کے درمیان ایک گھنٹہ کی فلائٹ تھی۔ بحرین کے مقامی وقت کے مطابق ہم وہاں **11:00** بجے پہنچے یہاں سے مشہد کی فلائٹ عصر کو **4:00** بجے تھی تو گویا ہمارے پاس **5** گھنٹے تھے۔ بحرین کا ائیر پورٹ نہایت وسیع وعریض اور جدید طرز تعمیر کا نقاش ہے۔ یہاں آنے والے مسافرین کے لئے گراؤنڈ فلور استعمال ہوتا ہے اور ڈیپارچر کے لئے فرسٹ فلور استعمال ہوتا ہے۔ ہم گراؤنڈ فلور کے ٹرانزٹ لائن پر ہوتے ہوئے دوسری منزل کے ڈیپارچر ہال پر پہنچے یہاں بھی

ایک وسیع چمک دمک والی ڈیوٹی فری مارکیٹ آباد تھی۔ جس میں زیادہ تر انڈونیشین اور ملائشین عورتیں سیلز گرلز تھیں جو نیم برہنہ لباس میں ملبوس تھیں۔ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کہا آج 43 برس کے بعد میں بحرین آیا ہوں۔ انہوں نے فرمایا میرا پہلا سفر حج ایک تجارتی بحری جہاز سے ہوا تھا جو بمبئی سے بصرہ تک چلتا تھا۔ ہم کراچی سے سوار ہوئے اور چھ سات دن کے بعد بحرین میں اترے۔ بحرین میں ایک دو دن رہے' چھوٹی سی آبادی تھی پرانے شہر منامہ کے ایک چھوٹے سے ہوٹل فندق رحیمیہ میں ٹھہرے۔ سفر کے ساتھیوں میں میرے ہم سفر قاری سعید الرحمان صاحب کے علاوہ ممتاز عالم مولانا حامد میاں" لاہور' مولانا زین العابدین مرحوم جامعہ اشرفیہ پشاور کے مشہور بزرگ مولانا حبیب اللہ گمانوی ایک متشدد غیر مقلد عالم پیر جھنڈا اور غالباً پیر طریقت مولانا فقیر محمد تھانوی بکائی مرحوم تھے۔ بحرین سے ایک بحری لانچ کے ذریعہ کئی گھنٹوں میں سعودی بندرگاہ الخبر میں اترے وہاں سے دمام ریاض ہوتے ہوئے دو تین دن کی مسافت طے کرکے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مدینہ منورہ پہونچے۔ آج کے بحرین اور ماضی کے بحرین میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ گلف ائیرلائن پر میرا یہ تیسرا سفر تھا اس لئے بحرین کا ائیرپورٹ میرے لئے انجان نہ تھا ۔ جبکہ مولانا شیر علی شاہ اور صاحب حسین بحرین ائیرپورٹ پر پہلی مرتبہ وارد ہوئے تھے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا کہ بحرین میں دارالعلوم کے کافی فضلاء اور متعلقین مستقل رہائشی ہیں۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ درمیان میں اتنا زیادہ وقفہ ہے تو انہیں مطلع کرتے وہ آکر ہمیں بحرین کی سیر کراتے۔ اس دوران 11:40 پر ظہر کی آذان شروع ہوئی۔ ہم مسجد کی تلاش میں نکلے یہاں مسجد گراؤنڈ فلور پر تھی جس میں مستورات کے لئے علیحدہ حصہ مختص تھا۔ ادائیگی نماز کے بعد ہم مسجد میں تھوڑی دیر ستانے کے لئے لیٹ گئے۔ اللہ کے گھر میں جو سکون فرش (زمین) پر ہمیں محسوس ہوا وہ بحرین کے ہزاروں سہولیات کے حامل مغربیت زدہ ائرپورٹ پر ایک لمحہ کے لئے محسوس نہ ہوا۔ دو بجے ہم دوپہر کے کھانے کے لئے ائیرپورٹ کے ریسٹورنٹ گئے جہاں چاول مرغ وسلاد اور سپرائٹ کے ایک گلاس کے ساتھ ہماری تواضع کی گئی۔ یہاں ڈیپارچر ہال میں مسافرین کے بینچوں پر ایک جگہ پانچ چھ عورتیں بیٹھی رو رہی تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا تعلق کس ملک سے ہے اور آپ کی منزل کون سی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم بنگلور (ہند) سے آئے ہیں اور ریاض کام (مزدوری) کے لئے جارہے ہیں۔ شاید وہ اپنے عزیز واقارب سے جدائی اور اپنی غریبی کا ماتم کررہے تھے۔ ع ہیں بڑے تلخ بندہ مزدور کے اوقات

مولانا شیر علی شاہ صاحب نے کہا کہ افسوس مسلمان ہر جگہ مصیبت وتکلیف اور غم کا شکار ہوتا ہے۔ خدا خدا کرکے پانچ گھنٹے کا طویل انتظار ختم ہوا اور ہمیں جہاز پر پہنچایا گیا۔ جہاز میں تھوڑی دیر بعد اعلان ہوا کہ آپ سب مسافرین اپنا دستی سامان اٹھا کر واپس لاؤنج میں جائیے جہاز میں فنی خرابی ہے پون گھنٹے کے بعد آپ کو دوبارہ لایا جائے گا۔ اس پر مسافرین کے چہرے لٹک گئے۔

کسی کو گھر سے نکلتے ہی مل گئی منزل کوئی میری طرح راہوں کے پیچ وخم میں رہا

لیکن کر بھی کیا سکتے تھے ۔ پون گھنٹہ گزرنے کے باوجود ہمیں لے جانے کے لئے کوئی اعلان نہ ہوا۔ یہاں انتظار کے دوران ایک معمر شیعہ جو سر پر عمامہ کئے ہوئے تھا ہمارے قریب بیٹھا تو مولانا شیر علی شاہ صاحب نے مزاحاً کہا کہ یہ اس ائیر پورٹ میں میرا ساتھی ہے۔ اس لئے کہ میرے اور اس کے سوا کسی نے بھی عمامہ نہیں باندھا۔ میں نے اس معمر شیخ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا نام شیخ احمد عصفور ہے۔ اور بحرین کے محاکمہ شرعیہ میں قاضی ہوں ۔ وہ بھی ہمارے ساتھ مشہد امام رضا کی زیارت کے لئے جارہا تھا۔ پون گھنٹے کے بجائے ہماری فلائٹ کی تاخیر پونے چار گھنٹے تک ہوئی۔ اس دوران بعض مسافرین نے بدانتظامی پر ویلفئر لائنز والوں کو برا بھلا کہتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ گلف ائیر لائن کی حالت زار اُس وقت سے ابتر ہوگئی جب سے ابوظہبی ،امارات وغیرہ نے اس سے اپنے شیئرز نکال لئے ۔ ابوظہبی کے شہزادے نے گلف ائیر لائن سے اپنے شیئرز نکال کر اتحاد ائیر لائن شروع کیا۔ پونے آٹھ بجے ہم بحرین سے روانہ ہوئے جہاز روانہ ہوا تو شیعہ حضرات نے اونچی آواز سے ایک خاص انداز میں درود پڑھنا شروع کیا جس طرح معتمرین اور حجاج حج وعمرہ جاتے ہوئے تلبیہ پڑھتے ہیں اسی طرح کا انداز انہوں نے مشہد جاتے ہوئے اختیار کیا۔ .... (جاری ہے)

یوم تاسیس جامعہ اشرفیہ

فضلاء جامعہ اشرفیہ توجہ فرمائیں

جامعہ اشرفیہ اپنے فضلاء کی علمی، مذہبی اور ملی خدمات کے حوالے سے ستمبر 2006 کی 9،8 اور 10 تاریخ کو ایک سہ روزہ کنونشن منعقد کررہا ہے۔ جس میں شرکت کیلئے 1947ء سے لے کر 2005ء تک کے فضلاء کو مدعو کیا گیا ہے۔ اس اجلاس میں شرکت اور پھر اس میں مقالات پڑھنے والے فضلاء سے التماس ہے کہ وہ 15 جولائی 2006ء سے پہلے پہلے اجلاس کے کنوینئر مولانا حافظ زبیر الحسن سے رجوع فرمائیں تاکہ پروگرام کے مطابق ان کے اسماء کو شامل کیا جاسکے۔ شکریہ

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار
فیض او جاری بود لیل و نہار

محمد عبید اللہ

مہتمم جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور

فون 042-7552772 فیکس: 042-7552986 موبائل: 0300 8494782

جناب شفیق الدین فاروقی

دار العلوم کے شب و روز

حضرت مہتمم صاحب کا سفر ایران:

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدظلہ کی معیت میں ایران میں دینی خدمات میں مصروف بعض قدیم فضلاء حقانیہ مولانا ابراہیم فاضلی مولانا محمد فاضلی وغیرہ کی دیرینہ خواہش اور اصرار پر ایران تشریف لے گئے اس سہ روزہ سفر میں شہر کے علاوہ صوبہ خراسان کے اہم شہر تائباد میں دینی جامعۃ الاحناف کے جلسہ دستار بندی اور تقسیم اسناد میں شرکت کی۔ مردوں اور خواتین کے الگ الگ اجتماعات ہوئے۔ دوروزہ اجتماع میں ہزاروں افراد نے شرکت کی جس میں بڑی تعداد اہل سنت کے علماء اور مشائخ کی تھی۔ ملحقہ ریاستوں ہرات اور تاجکستان تک کے علماء شریک ہوئے۔ حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب نے بخاری شریف کا اختتامی درس دیا اور حضرت مہتمم صاحب نے عالم اسلام اور امت کو درپیش صورتحال پر نہایت جامع اور شرح وبسط سے خطاب فرمایا۔ مشہد وغیرہ کے تاریخی اور مقدس مقامات مقبرہ امام رضا' قدم گاہ' امام رضا کے علاوہ تربت جام میں مشہور اولیاء امت مرقد شیخ احمد جام' امام مسلم نیشاپوری کے شہر نیشاپور میں امام مسلم کے علاوہ معروف حکماء وشعراء اور عارفین شیخ فریدالدین عطار اور شیخ عمر خیام وغیرہ کے مزارات پر فاتحہ خوانی کی۔ صوبہ خراسان میں اہل سنت کی ایک بڑی تعداد رہتی ہے اور تائباد اور شورک شیرازی میں فضلاء حقانیہ کے قائم کردہ ان اداروں کی برکات سے سینکڑوں وہ دیہات بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ جہاں دینی رہنمائی کے لئے کوئی عالم اور امام بھی میسر نہیں تھا۔ ان اجتماعات میں صوبہ کے ممتاز سرکردہ شیعہ علماء اور رہنماؤں نے بھی شرکت کی اور حکومتی اداروں اور حکام نے بھی جوش وخروش کا مظاہرہ کیا۔ لاکھوں افراد شہر تائباد میں امڈ آئے تھے اور مہمانوں کی خوشی میں جشن کا سماں تھا۔ دار العلوم کے مدرس مولانا عرفان الحق اور ایک معاون سفر مولوی صاحب حسین بھی ہمراہ تھے۔ تفصیلی سفرنامہ مولانا عرفان الحق کا لکھا ہوا الحق میں شامل کیا جائیگا۔ ۱۳/ جون کو پشاور سے روانگی ہوئی اور مسقط۔ بحرین سے ہوتے ہوئے اسی روز شب کو مشہد پہونچے اور ۱۸/ جون ۲۰۰۵ء کو دار العلوم واپسی ہوئی۔

مغربی میڈیا سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا مکالمہ:

۲۴/ جون کو سوا ایک بجے برطانیہ کے صبح سوا آٹھ بجے برطانیہ کے شہر نوٹنگھم کے پرائیویٹ ریڈیو ڈان ایف ایم نے مولانا سمیع الحق سے ایک گھنٹہ کا لائیو انٹرویو براہ راست نشر کیا جسے نہ صرف برطانیہ بلکہ سارے یورپ میں اور انٹرنیٹ پر سنا گیا۔ اور لوگوں نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔

۲۵رجون کو برطانیہ کے عالمی نشریاتی ادارہ بی بی سی ورلڈ کی ایک ٹیم نے دارالعلوم حقانیہ آ کر مولانا مدظلہ کا تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا جس میں برطانیہ میں سیون سیون (۷رجولائی ۲۰۰۵) کو ہونے والے تخریب کاری کی مناسبت سے دینی مدارس کے کردار محرکات اور نظام کے علاوہ تمام عالمی مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ ڈیڑھ دو گھنٹہ کے اس تفصیلی انٹرویو کا متن اگلے شمارہ ملاحظہ فرمائیں گے ان شاء اللہ۔ انٹرویو برطانیہ اور کینیڈا کے معروف صحافیہ مسز باربرا پلٹ اور مسٹر گراہم اُشر نے لیا۔

کینیڈین اخبار دی گلوبل اینڈ میل کی نمائندہ کی دارالعلوم آمد:

گزشتہ دنوں کینیڈا کے معروف اخبار ''دی گلوبل اینڈ میل'' کی رپورٹر محترمہ سونیا فاتح دارالعلوم تشریف لائیں۔ آپ کے ہمراہ مقامی اخبارات کے نمائندے بھی تھے۔ آپ نے مدیر الحق مولانا راشد الحق حقانی صاحب سے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا جس میں عالم اسلام کے موجودہ حالات اور خصوصاً درس نظامی کے متعلق سیر حاصل گفتگو کی گئی۔ اس کے علاوہ امریکن صحافیوں کی ایک ٹیم نے بھی دارالعلوم کا دورہ کیا اور مدیر الحق سے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا یہ صحافی امریکہ کی ویب سائٹس کے لئے کام کرتے ہیں اور دنیا بھر کی ویب سائٹس کو اپنی رپورٹس اور مضامین بھیجتے ہیں۔

جامعۃ الرشید کراچی کے قضاء کورس سے مولانا مدظلہ کا خطاب:

ملک کے ممتاز دینی ادارے جامعۃ الرشید کی خواہش اور دعوت میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے کراچی میں جامعہ الرشید کے زیر اہتمام دورہ قضاء وتحکیم میں شرکت فرمائی اور ملک بھر سے آئے ہوئے مفتیان کرام سے جدید حالات پر تفصیلی خطاب فرمایا۔ اس دورہ میں دارالعلوم حقانیہ سے مولانا مفتی غلام قادر اور مولانا مفتی عبدالمنعم نے بھی شرکت فرمائی۔ سفر کراچی کے دوران حضرت مولانا مدظلہ نے دیگر کئی دینی تعلیمی اور جماعتی پروگراموں میں بھی شرکت فرمائی۔

دارالعلوم کو موسم گرما کی شدید لوڈشیڈنگ کی بناء پر جنریٹروں کی فوری ضرورت:

دارالعلوم میں پہلے دن ہی سے لوڈشیڈنگ کی بناء پر جنریٹروں کی شدید کمی محسوس کی جاتی رہی ہے جس کے نہ ہونے سے ہزاروں طلبہ کو روشنی اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا کرنا پڑتا۔ پشاور کے ایک اہل خیر جناب ظرافت شیر صاحب نے 30 KV کا ایک جنریٹر فوری طور پر دارالعلوم میں لگوایا جس سے جامع مسجد اور ایوان شریعت (دارالحدیث) کی ضرورت پوری ہوگئی کیونکہ ان دنوں دارالحدیث ایوان شریعت میں رات کو بھی کلاسیں جاری رہتی ہیں۔ اس لئے اس سے کافی سہولت پیدا ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اس کا انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ فی الوقت باقی دارالاقاموں اور شعبہ جات کے لئے بھی چار پانچ مزید جنریٹروں کی اشد ضرورت ہے۔ جسے توفیق خداوندی سے نوازے جانے والے اہل خیر پورے کرسکتے ہیں۔ یہاں اکوڑہ خٹک میں لوڈشیڈنگ کا دورانیہ شہروں کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے اور طلباء اور علماء کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا اہل خیر سے اس سلسلے میں تعاون کی اپیل کی جاتی

ہے۔

<u>جلسہ تقسیم انعامات اور نتائج:</u> اس سال بھی حسب سابق وسطانی امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کے اعزاز میں ایوان شریعت ہال میں ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا جس سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے خصوصی خطاب کیا اور نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کو انعامات دیئے گئے۔ نتائج کو مرتب کرنے میں دفتر تعلیمات اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب نے خصوصی محنت فرمائی اور ہزاروں پرچوں کو خصوصی طور پر چیک کیا گیا۔ اور بڑی جانفشانی سے نتائج مرتب کئے گئے ۔تمام کامیاب اور ناکام طلباء کے نتائج ان کے گھروں کو بذریعہ ڈاک روانہ کردیئے گئے ہیں۔ تاکہ ان کے والدین طلباء کی کارکردگی سے بروقت آگاہ رہ سکیں۔ کامیاب ہونے والے طلباء کے نام یہ ہیں:

نمبر شمار	نام طالبعلم	ولدیت	شعبہ/درجہ	پوزیشن	کل نمبرات	حاصل کردہ نمبرات
۱	عبدالمنان	حاجی بلوچ خان	**تخصص فی الحدیث**	اول	۱۰۰	۹۸
۲	تسبیح اللہ	شہزاد گل	” ”	”	۱۰۰	۹۸
۳۔	حاجی یعقوب	حاجی زرگر	” ”	دوم	۱۰۰	۹۷
۴۔	شیر رحمان	سیف الرحمان	” ”	سوم	۱۰۰	۹۳
۵۔	محمد طلحہ	نظام الدین	**تخصص فی الفقہ**	اول	۳۰۰	۲۷۵
۶	محمد رضوان	نیاز محمد	” ”	دوم	۳۰۰	۲۶۵
۷۔	افسر علی	محمد فاضل	” ”	سوم	۳۰۰	۲۸۵
۸	محمد نعیم	آغا جان	**شھادۃ العالمیہ**	اول	۴۰۰	۳۹۷
۹۔	رحمت اللہ	محی الدین	” ”	دوم	۴۰۰	۳۹۵
۱۰	سمیع اللہ	محمد عثمان	” ”	سوم	۴۰۰	۳۹۴
۱۱	عنایت اللہ	سلطان محمد	**موقوف علیہ**	اول	۷۰۰	۶۷۱
۱۲۔	رضوان اللہ	نصیب خان	” ”	دوم	۷۰۰	۶۶۴
۱۳۔	سجاد علی	عبدالخالق	” ”	سوم	۷۰۰	۶۵۳
۱۴	محمد اسرائیل	مہاب گل	**تکمیل**	اول	۴۰۰	۳۹۴
۱۵۔	محمد ہاشم اللہ	راج ولی	”	دوم	۴۰۰	۳۹۳
۱۶۔	احسان اللہ	کریم داد	”	دوم	۴۰۰	۳۹۳
۱۷۔	برکت اللہ	آباد خان	”	سوم	۴۰۰	۳۸۴
۱۸۔	عابد مسرور	مسرول گل	**سادسہ**	اول	۶۰۰	۵۹۰
۱۹۔	ضیاء الرحمان	دولت خان	”	دوم	۶۰۰	۵۸۶
۲۰	محمد نعمان	عبدالحمید	”	سوم	۶۰۰	۵۷۱
۲۱	محمد نعمان	نور محمد	**خامسہ**	اول	۷۰۰	۶۶۶
۲۲	محمد طاہر	عبدالجلیل	”	دوم	۷۰۰	۶۶۳

۲۳۔	سمیع الحق	عبدالواحد	,,	سوم	۷۰۰	۶۶۱
۲۴۔	جمیل الرحمٰن	بخت نواب	**رابعہ**	اول	۷۰۰	۶۲۹
۲۵۔	لیاقت علی	حبیب الحق	,,	دوم	۷۰۰	۶۱۲
۲۶۔	سید رحمان	شاہ رسول شاہ	,,	سوم	۷۰۰	۵۸۹
۲۷۔	علی حسن	لطیف خان	**ثالثہ**	اول	۸۰۰	۷۴۹
۲۸	سعید اللہ	اجمل خان	,,	دوم	۸۰۰	۷۲۱
۲۹	محمد طائف	فرید شاہ	,,	سوم	۸۰۰	۷۱۲
۳۰	محمد بلال	سر سید علی	**ثانیہ**	اول	۷۰۰	۶۷۸
۳۱	محمد یوسف	گل یوسف	,,	دوم	۷۰۰	۶۲۰
۳۲	رحیم گل	نذیر گل	,,	سوم	۷۰۰	۶۰۶
۳۳	ذاکر حسن	بخت زمین	**اولیٰ**	اول	۵۰۰	۴۶۷
۳۴	شمس الدین	شہاب الدین	,,	دوم	۵۰۰	۴۴۶
۳۵	بسم اللہ جان	اختر گل	,,	سوم	۵۰۰	۴۴۵
۳۶	ذبیح اللہ	امیر محمد	**متوسطہ**	اول	۷۰۰	۵۷۵
۳۷	محمد عرفان	خان محمد	,,	دوم	۷۰۰	۵۲۵
۳۸	سمیع الحق	شریف محمد	,,	سوم	۷۰۰	۴۹۴
۳۹	اسحاق	رسول خان	**اعدادیہ**	اول	۶۰۰	۵۳۹
۴۰	محمد ابراہیم	رسول خان	,,	دوم	۶۰۰	۵۳۰
۴۱	محمد فائق	نجیب خان	,,	سوم	۶۰۰	۴۶۴
۴۲	شبیر احمد	سید عمر	**شعبہ حفظ**	اول	۱۰۰	۱۰۰
۴۳	میران شاہ	سید امین جان	,,	دوم	۱۰۰	۹۵
۴۴	نعیم الدین	فخر الدین	,,	دوم	۱۰۰	۹۵
۴۵	سعید الرحمن	سید آغا	,,	سوم	۱۰۰	۹۰
۴۶	عبدالروف	شمروز	**شعبہ تجوید وقرات**	اول	۱۰۰	۱۰۰
۴۷	وقار احمد	سخی رحمان	,,	دوم	۱۰۰	۹۹
۴۸	زرین شاہ	محمد عمر	,,	سوم	۱۰۰	۹۷
۴۹	نور اللہ	خیال محمد	**شعبہ کمپیوٹر**	اول	۱۰۰	۹۸
۵۰	رفیع اللہ	سرور خان	,,	دوم	۱۰۰	۹۶
۵۱	انعام اللہ	عبدالسلام	,,	سوم	۱۰۰	۹۰
۵۲	عطاء اللہ	مولانا اکبر جان	,,	سوم	۱۰۰	۹۰
۵۳	معراج الدین	معین الدین	**شعبہ خطاطی**	اول	۱۰۰	۹۷
۵۴	محمد بلال	سر سید علی	,,	دوم	۱۰۰	۹۶
۵۵	فضل احمد	عباس خان		سوم	۱۰۰	۹۵

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: احسن الجواب مؤلف: مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی

ضخامت: ۲۸۴ قیمت: درج نہیں ناشر: دارالتصنیف جامعہ عثمانیہ پشاور

مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب کا نام قارئین الحق کے لئے نیا نہیں۔ کیونکہ آپ کے قیمتی مقالات اور مضامین اکثر اوقات ماہنامہ ''الحق'' میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور قارئین اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ جبکہ ماہنامہ ''العصر'' پشاور کے نائب مدیر بھی ہیں۔ قلیل عرصہ میں آپ کی کئی کتابیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہیں۔

زیر تبصرہ مجموعہ بھی ایک عظیم علمی شاہکار کتاب ہے۔ جس میں مختلف شکوک وشبہات ۔ اعتراضات اور سوالات کے عقلی نقلی علمی اور الزامی جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے متعلق استاذ محترم حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا دکتور سید شیر علی شاہ صاحب مدنی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

یہ مؤقر علمی شاہکار احسن الجواب دین اسلام کے محاسن وحقائق سے ناواقف مسلمانوں اور مغربی تہذیب وتمدن کو شیفتگی کی نگاہوں سے دیکھنے والے گریجویٹ کم فہمی کٹ جحتی کے پیروکار یہود ونصاریٰ اور دشمنان اسلام کے دجالی دام تزویر میں گرفتار حضرات کے بے سروپا معاندانہ بے بنیاد دلخراش تلبیانہ شبہات واعتراضات کے دانداں شکن جوابات کا گنجینہ ہے اور طلبہ علوم دینیہ کے لئے فن مناظرہ کی ایک وقیع دستاویز ہے۔

مولانا مفتی غلام ارحمان صاحب اس کتاب کے متعلق رقمطراز ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ مسائل پوچھنے اور تحقیق وجستجو سے انسان کی علمی سطح بلند ہوتی ہے اور نئے نئے گوشے کھلتے ہیں جس سے اطمینان کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ سوالات کا بنیادی مقصد معلومات سے آگاہی ہو۔ لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ ہمارے معاشرہ کے عوام کے سوالات عموماً علمی تفوق کے اظہار کا ذریعہ ہوتے ہیں جس سے غلط نظریات کی تشہیر ہوتی ہے۔ یا پھر دوسروں کو خاموش کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ موصوف کے جوابات کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر سائلین کا مقصد معلومات کی تلاش نہیں اور نہ کسی بنیادی رکن کے بارے میں اشتباہ کا ازالہ ہے بلکہ سنی سنائی باتوں کا سہارا لے کر خود صغریٰ وکبریٰ ملا کر ایک نتیجہ کی بنیاد پر سوال کرتے ہیں۔ جس کا حقیقت

کے ساتھ تعلق کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بعض مواقع پر الزامی جواب کافی سمجھتے ہیں اور کسی علمی ذخیرہ کی طرف رجوع کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔''

زیر نظر مجموعہ جوابات ''احسن الجواب'' اس قسم کے اعتراضات کے جوابات کا پہلا مجموعہ ہے جس کی دلچسپی کتاب کے آخر تک برقرار ہے۔ امید ہے محترم مفتی صاحب اس کا دوسرا حصہ بھی جلد منظر عام پر لائیں گے۔

کتاب: حضرت ابوسفیان اوران کی اہلیہ تالیف: حضرت مولانا محمد نافع صاحب جھنگ

ضخامت: ۱۴۴ قیمت: ۱۰۰/- روپے ناشر: دار الکتاب۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

زیر تبصرہ مختصر کتاب میں مؤلف علامہ نے حضرت ابوسفیان بن حرب اور انکی اہلیہ ہند بنت عتبہ کے سوانح مختصر ذکر کیے ہیں۔ اور ساتھ ہی بعض شبہات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔

موجودہ اشاعت سے پہلے مولانا محمد نافع صاحب نے حضرت ابوسفیان اوران کی اہلیہ کے عنوان سے ایک مختصر کتابچہ طبع کرایا تھا جس کی علمی دنیا میں بہت پذیرائی ہوئی۔ اب اس کی اشاعت ثانیہ میں کافی اصلاح اور ترمیم کی گئی ہے۔ اور بعض ضروری حوالہ جات کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ بطور تکملہ وتتمہ کے حضرت ابوسفیان کے لائق اور نامور فرزند یزید بن ابی سفیان کا مختصر تذکرہ اور اسی طرح ان کی خوش نصیب صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کا ذکر بھی آیا ہے۔

اس کتاب کے متعلق حضرت مولانا سید حامد میاں رقمطراز ہیں:

'' حضرت مولانا محمد نافع صاحب کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ فضلاء قدیم دار العلوم دیوبند میں سے ہیں۔ حق تعالیٰ نے آپ کو علم فہم اور قلم کی نعمتوں سے نوازا ہے اور سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ تحریرات میں اعتدال ہے' تقویٰ ہے' اور اتباع اسلاف۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس راہ پر قائم رکھے۔ آپ کے دو نئے رسائل کے مطالعہ کا موقع ملا۔ جن کا موضوع حضرت ابوسفیان اوران کی اہلیہ ہیں۔ آپ نے ان ہر دو حضرات کی فضیلتیں جمع فرمادی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جناب رسالت مابؐ کے فیض صحبت مبارکہ کی تاثیرات کتنی عظیم تھیں۔ اسلام لانے سے پہلے یہ کیا تھے؟ اور اسلام لانے کے بعد ان میں کیا انقلاب آیا؟ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کا معجزہ بھی ہے اور ان زوجین کرامؓ کی عظیم ترین خوش نصیبی اور فضیلت بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم سب صحابہ کرام کی تعظیم ہی کرتے رہیں ان سے محبت رکھیں۔ اور آخرت میں ان اور جناب رسول اللہ کے ساتھ محشور ہوں۔

روح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں روح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا
بولو میٹھا میٹھا!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
ہمدرد
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001: 2000 CERTIFIED
WWW.hamdard.com.pk

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱۔	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰۔	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲۔	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۴۵۰
۱۸۔	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱۔	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	مطبوعہ
۲۲۔	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰